الذین اٰمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے

فضیلت الذاکرین فی جواب المنکرین



مکتبہ محمدیہ سلفیہ

راوی ریان حسین ٹاؤن جی۔ٹی روڈ۔ لاہور

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ

فضیلت الذاکرین فی جواب المنکرین

حسب ارشاد

مجدد ملت حضرت سیدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی وخراسانی مبارک دامت برکاتہم عالیہ

باہتمام

زبدۃ العلماء حضرت میاں محمد حنفی سیفی مبارک دام برکاتہم عالیہ



شیخ القرآن والحدیث مفتی اعظم پیر طریقت رہبر شریعت محدث وقت

حضرت علامہ الحاج الشیخ مفتی محمد غلام فرید صاحب ہزاروی

ناشر

مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ راوی ریان شریف لاہور

حسین ٹاؤن نزد کالا شاہ کاکو مرشد آباد روڈ راوی ریان

جی ٹی روڈ لاہور

فون : 042-290553 291980

نام کتاب.............................فضیلت الذاکرین فی جواب المنکرین

مصنف.............................شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد غلام فرید ہزاروی

نظر ثانی.............................مولانا علامہ صاحبزادہ محمد مجیب الرحمٰن وزیر آبادی

صفحات.............................56

تعداد.............................ایک ہزار

اشاعت.............................اول 2004ء

باہتمام.............................محمد طارق محمدی سیفی

قیمت.............................20 روپے

ناشر.............................مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف

ملنے کے پتے

☆ جامعہ سیفیہ منڈیکس علاقہ کھجوری طیبہ ایجنسی پرانا باڑہ پشاور

☆ جامعہ جیلانیہ رضویہ نادر آباد بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

☆ حضرت مفتی احمد دین توگیروی سیفی جامعہ مسجد تالاب والی باغبانپورہ لاہور

○۔۔۔انتساب۔۔۔○

بندہ اپنی اس کاوش ذہنی کو عالم اسلام کی عظیم روحانی شخصیت
آفتاب طریقت' ماہتاب شریعت زبدۃ العارفین' سراج السالکین' تاجدار سلسلہ اویسیہ

حضرت قبلہ الحاج سید چن پیر شاہ صاحب

دامت برکاتہم العالیہ' زیب سجادہ آستانہ عالیہ اویسیہ
وینس شریف (سیالکوٹ) کے نام
جن کی نگاہ فیض نے لاکھوں دلوں کو منور فرمایا اور ساتھ ہی
یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ تادیر اہلسنت وجماعت
کے سروں پر قائم ودائم فرمائیں۔ آمین

محمد غلام فرید ہزاروی مرحوم
جامعہ فاروقیہ رضویہ فاروق گنج'
گوجرانوالہ

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی
اما بعد - فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم - بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین کرام!

کچھ احباب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ نے متعدد بار بندہ ناچیز کو مشورہ دیا کہ ایک مختصر سا مضمون قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھا جائے۔ جو فضائل ذکر باری تعالی پر مشتمل ہو۔ اور ساتھ ہی ذکر سے سرشار ہو کر وجد و تواجد و دیگر ایسی کیفیات جو عموماً" اس سلسلہ کے متوسلین و متعلقین میں پائی جاتی ہیں خصوصاً نماز کی حالت میں ان کا ثبوت اور ان پر اعتراضات جو غافلین و مانعین اور بعض جاہلین کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ ان کے جوابات بھی دیئے جائیں۔ تاکہ جو شکوک و شبہات مخالفین و منکرین پیش کرتے ہیں۔ ان کا ازالہ ہو سکے۔ اور سلسلہ ہذا سے وابستہ حضرات کو اطمینان حاصل ہو۔

بندہ کو یاد ہے کہ ایک دفعہ ناچیز کے پیرو مرشد سند الاصفیا رائیس الاولیا حضرت میاں محمد سیفی دامت برکاتہم القدسیہ نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ ایک رسالہ ایسا ضرور لکھا جائے' جو اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہو۔ چنانچہ بندہ حضرت کے حکم کی تعمیل اور دیگر احباب کے مشورہ کی تکمیل کرتے ہوئے۔ چند۔ صفحات میں فضائل ذکر اور پھر ذکر معہود و وجد و تواجد کی کیفیات پر اعتراضات و جوابات حاضر خدمت کر رہا ہے۔ اللہ تعالی قبول فرمائے اور اسے ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

نوٹ: بندہ نے اکتساب فیض کے لئے متعدد جگہ بیعت کی ہے۔ مگر بعض جگہ تو رابطہ ہی نہ رہ سکا۔ تو ظاہر ہے کہ رابطہ کے بغیر فیض کا حصول تقریباً ناممکن ہے۔ بعض جگہ اپنے اندر بیعت کے بعد کوئی تبدیلی ذرہ بھر بھی محسوس نہ کی۔ اور کوئی کشش نہ پائی لیکن یہ بندہ کی اپنی کوتاہی تھی۔ بندہ کسی پر الزام نہیں رکھتا بلکہ محسوس کرتا ہے کہ میری اپنی کمزوری تھی۔ جو کہیں سے اکتساب فیض نہ کر سکا۔ مگر یہاں میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ بعض دوستوں کی وساطت سے جب میں راوی ریان شریف حاضر ہوا تو جمعہ کے دن محفل ذکر پاک میں مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے آج مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔ حضرت صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا' تو خود دل میں بیعت کا شوق پیدا ہو گیا۔

مختصراً" یہ کہ استخارہ کے بعد بیعت کرلی اور استخارہ بھی خود حضرت صاحب کے حکم سے کیا تھا۔ پھر بیعت کے بعد اپنے اندر بہت بڑی تبدیلی محسوس کی۔ اور حقیقتاً مرشد کامل وہی ہوتا ہے جس کی بیعت کے بعد مرید اپنے اندر تبدیلی پائے۔ حضرت کی توجہات نے ناچیز کو اپنا دیوانہ بنا لیا۔ اور معلوم ہوا کہ مرشد کامل کی شفقت حاصل ہو گئی۔ پھر جب حضرت صاحب کی ہمراہی میں قیوم زماں سید الاولیاء سند الاصفیاء قدوۃ الکاملین حجۃ الواصلین حضور قبلہ سرکار مبارک اخوندزادہ سیف الرحمٰن صاحب ادام اللہ تعالیٰ ظلھم العالی کی خدمت اقدس میں حاضری ہوئی تو محسوس ہوا کہ جیسے ناچیز کو بے بہا روحانی دولت میسر آگئی ہے۔ پھر حضرت سے سیاہ خضاب کے مسئلہ اور اعتجار کے مسئلہ پر عربی میں گفتگو بھی ہوئی۔ آپ نے بری شفقت بھی فرمائی۔ بندہ کے سوالات کے بہت علمی جوابات عنایت فرمائے۔ بندہ کو یقین ہو گیا کہ اب میں صحیح مقام پر پہنچ گیا ہوں۔

یہی وہ اللہ کے نیک بندے ہیں۔ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ھم الجلسا لا یشقی جلیسھم او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم (الحدیث)

یعنی یہی وہ حضرات ہیں جن کی مجلس میں آنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھدی لو لا ھدانا اللہ

تحدیث نعمت کے طور پر یہ چند کلمات تحریر کیے ہیں۔ ان حضرات کے کمالات یا ان کی روحانی قوت کا احصاء و احاطہ بندہ کے بس کی بات نہیں ہے۔

فضائل ذکر

اب میں قرآن و حدیث کی روشنی میں فضائل ذکر کا بیان کرتا ہوں اور اس کے بعد سوالات کے جوابات عرض کروں گا۔ نیز آداب ذکر اور آداب مرشد کا بھی تذکرہ کروں گا۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں ذکر باری تعالیٰ کا حکم فرمایا گیا ہے، جس کا کسی کو انکار نہیں۔ بعض آیات میں قیاما" و قعودا" و علی جنوبکم کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ مثلاً

فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم

اللہ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے۔

ان الفاظ و کلمات کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے یعنی ہر حال میں خدا کا ذکر کرو، ظاہر ہے کہ ہر حال میں زبان سے ذکر نہیں ہو سکتا کیونکہ زبان سے دنیا میں کسی نہ کسی سے کسی نہ کسی وقت گفتگو و کلام بھی کرنا ہوتا ہے۔ اور بعض حالات میں گفتگو کرنا ضروری بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ہر حال میں ذکر لسانی یعنی زبان سے نہیں بلکہ ذکر قلبی ہی ہر حال میں ہو سکتا ہے۔ یہاں ذکر لسانی یعنی زبان سے ذکر کا انکار مراد نہیں بلکہ یہ بھی اپنی جگہ بہت اچھا اور بعض دفعہ ضروری ہوتا ہے۔ مگر ذکر قلبی یعنی دل سے ذکر کرنا اس سے زیادہ اہم ہے۔ پھر ذکر قلبی بھی دو طرح سے کرایا جاتا ہے۔ بعض حضرات سانس کے ذریعہ سے کراتے ہیں۔ مگر وہ بھی ہر وقت ہر حال میں نہیں ہو سکتا۔ البتہ ذکر

قلبی جو تصور کے ساتھ ہمارے سلسلہ کا خاصہ ہے یہی وہ ذکر ہے جو ہر وقت ہر حال میں ہو سکتا ہے۔ یعنی کھڑے' بیٹھے اور لیٹنے کی صورت میں بھی ہو تا ہے۔ شاید اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جو دم غافل سو دم کافر

مراد یہ کہ کوئی سانس اور دم بھی غفلت میں نہ گزرے۔

ذکر الہی کی فضیلت پر متعدد آیات پیش کی جا سکتی ہیں مگر اختصار کے پیش نظر صرف ایک آیت کریمہ پہ اکتفا کرتا ہوں۔

ارشاد خداوندی ہے: **فاذ کرونی اذ کر کم و اشکرو الی و لا تکفرون**

(ترجمہ) اے لوگو تم میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تم میرا ذکر کرو۔ اس کی جزا و ثواب تو الگ رہا' علاوہ ازیں میں بھی تمہارا ذکر کروں گا۔ کسی انسان کی اس سے بڑھ کر اور خوش قسمتی اور سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ خود خالق و مالک اپنے بندے کا ذکر کرنے لگے۔ پھر وہ ذکر تنہائی میں بھی کرتا ہے اور فرشتوں کی مجلس میں بھی جیساکہ آئندہ حدیث پاک کے حوالے سے اسے عرض کیا جائے گا۔

بہرحال اس سے بڑا انعام بندے کے لئے اور نہیں ہو سکتا کہ خدا خود اپنے بندے کا ذکر کرنے لگے۔ جب خدا اپنے بندے کا ذکر کرنے لگتا ہے تو ظاہر ہے کہ پھر اس بندے کی مشکلات حاجات اور ضروریات وغیرہ میں بھی اس کو ضرور یاد رکھتا ہے۔ الا یہ کہ کوئی ابتلاء و آزمائش مقصود ہو تو۔

احادیث فضائل ذکر پاک

حدیث --- (۱) حضرت ابو ہریرہ و ابو سعید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب کوئی قوم' کوئی گروہ' کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور ان پر سکون و اطمینان کا نزول ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان کے سامنے کرتا ہے۔ یعنی (فرشتوں اور انبیاء کی ارواح کے سامنے) جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔" (رواہ مسلم و مشکوۃ ص ۱۹۶)

حدیث --- (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ ــــ مدینہ طیبہ کی طرف جارہے تھے کہ آپ کا گزر ایک پہاڑ سے ہوا جس کا نام جمدان ہے فرمایا چلو یہ جمدان ہے۔ مفرودون سبقت لے گئے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مفرودون کون لوگ ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے اور والیاں۔" (رواہ مسلم و مشکوۃ ص ۱۹۶)

حدیث --- (۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کا ذکر کرنے والا زندہ کی طرح ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردے کی طرح ہے۔" (مشکوۃ ص ۱۹۶)

حدیث --- (۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں۔ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں. جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر میرا بندہ میرا ذکر تنہائی میں کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ جماعت یا مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔" (بخاری و مسلم و مشکوۃ ص ۱۹۶)

حدیث --- (۵) بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ محفل ذکر میں ایک ایسا شخص، جو ذکر کی نیت سے نہیں آیا تھا بلکہ کسی اور کام کو آیا تھا اور ان ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر ویسے ہی بیٹھ گیا تھا۔ فرشتے محفل کے اختتام پر خدا کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ:

فیھم فلان لیس منھم انما جاء لحاجتہ قال ھم الجلساء لا یشقی جلیسھم

یعنی فلاں شخص ذاکرین میں سے نہیں بلکہ کسی کام کے لئے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ذکر کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کی مجلس میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہو سکتا۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ذکر کی محفلوں اور مجلسوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب کوئی مجلس ذکر پاتے ہیں تو خود بھی اس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے (پر) پھیلا کر ذکر کرنے والوں سمیت پہلے آسمان تک کی فضا کو ڈھانپ لیتے ہیں پھر جب بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔ تو خدا فرماتا ہے میں نے ان ذکر کرنے والوں کو بخش دیا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ان میں ایک شخص بڑا خطاکار و گنہگار ہے۔ جو گزر رہا تھا کہ اچانک یہاں آکر بیٹھ گیا ہے۔ یعنی وہ ذکر کی محفل میں شمولیت کرنے نہیں آیا۔ اللہ فرماتا ہے:

و لہ غفرت ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم

میں نے اس کو بھی بخش دیا ہے وہ ایسی قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت و محروم نہیں ہو سکتا ہے۔ ("ملخصاً" مشکوۃ شریف ص ۱۹۷)

حدیث --- (٦) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں تمہارے مالک کے پاس تمہارے اعمال میں سے بہترین اور بہت پاکیزہ بلند درجے والا عمل نہ بتاؤں جو سونے و چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور جہاد سے بھی بہتر ہو بلکہ تم اپنے دشمن سے ملو پھر ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ تو اس سے بھی وہ عمل افضل و بہتر

ہو صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتاؤ۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ کا ذکر ہے۔ (رواہ مالک واحمد والترمذی وابن ماجہ)

اور امام مالک نے اس حدیث کو قول ابو درداء بتایا ہے۔ مشکوۃ شریف ص ۱۹۸، حاشیہ نمبر ۲، میں ہے کہ امام ابن الملک فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا میں ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے۔ نہ کہ ذکر لسانی یعنی زبان سے ذکر کیونکہ ذکر قلبی کو ہی مال اور جان بلکہ جانوں کے خرچ کرنے پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے کہ یہ عمل نفسی اور فعل قلبی جو جوارح کے عمل سے زیادہ مشقت کا باعث ہے بلکہ یہی جہاد اکبر ہے۔ الخ

نیز فرماتے ہیں کہ ذکر کا افضل ہونا اس وجہ سے ہے کہ باقی عبادات جیسے سونے و چاندی کا خرچ کرنا یا جہاد کرنا ہے۔ یہ قرب خداوندی کے حصول کا واسطہ وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ مگر ذکر تو خود مقصود اعلیٰ ہے۔ اور اعلیٰ مطلوب اور ذکر کی فضیلت پر تیرے لئے قول باری تعالیٰ **فاذکرونی اذکرکم** اور حدیث شریف (**انا جلیس من ذکرنی و انا معہ اذا ذکرنی**) کافی ہیں۔ یعنی تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میں اس کے ساتھ ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے اور میں اپنے ذکر کرنے والے کا جلیس ہوتا ہوں۔ (مشکوۃ شریف ج نمبر ۲، ص ۱۹۸)

حدیث --- (۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغ سے گزرو تو پھل چنو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغ کیا ہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ (وہ باغ)

حلق الذکر (یعنی) ذکر کے حلقے اور ذکر کی محافل و مجالس ہیں۔ رواہ الترمذی اس حدیث پاک سے ذکر کے حلقے بنانا اور محافل و مجالس قائم کرنا وغیرہ کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسی محافل ذکر کا ریاکاری اور دکھلاوے پر محمول کرنا بھی غلط ہے۔ ریاکاری وغیرہ کا تعلق نیت سے ہے۔ جو خدا کو معلوم ہے کہ اس کی نیت کیا ہے۔

حدیث---(۸) مسلم شریف کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں کچھ لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے تھے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دریافت کیا کہ کیوں بیٹھے ہو؟ چنانچہ عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ واقعی اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھے ہیں؟ تو صحابہ نے بھی قسم کھا کر کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے ہی بیٹھے ہیں۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ یہاں کیونکر بیٹھے ہو۔ صحابہ نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دے کر پوچھا واقعی ذکر کے لئے آپ لوگ بیٹھے ہیں تو صحابہ نے بھی قسم کھا کر عرض کی کہ واقعی ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بیٹھے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو بدگمانی کی وجہ سے قسم نہیں دی بلکہ اس لئے کہ میرے پاس جبریل آئے ہیں۔ اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری (ذکر کرنے والوں کی) وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کر رہا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۸)

حدیث---(۹) حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن درجہ کے لحاظ سے افضل اور ارفع کون ہو گا (یعنی) خدا تعالیٰ کے نزدیک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں افضل ہوں گی عرض کی گئی کہ کیا فی سبیل اللہ جہاد کر کے آنے والے سے بھی ذکر والے افضل ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجاہد اگر کفار و مشرکین سے اتنا لڑے کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون آلود ہو جائے پھر بھی ذکر کرنے والے ان سے افضل ہوں گے از روئے درجہ کے۔ (رواہ احمد والترمذی)

حدیث---(۱۰) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے دل سے چمٹ جاتا ہے۔ پھر جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے دور ہو جاتا ہے اور جب وہ ذکر سے غفلت کرتا ہے تو

وسوسے ڈالتا ہے۔ (رواہ البخاری (تعلیقاً))

حدیث --- (۱۱) امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غافلوں میں ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد سے بھاگنے والوں کے پیچھے رہ کر دشمن سے لڑنے والا اور غافلوں میں ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درخت میں ہری شاخ یا خشک درختوں کے درمیان میں ہرا بھرا درخت۔ یا ذکر کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں روشن چراغ یا غافلوں میں ذکر کرنے والا ایسا ہے کہ اللہ تعالٰی جنت میں اس کا ٹھکانا۔ زندگی میں ہی اسے دکھا دیتا ہے اور غافلوں میں ذکر کرنے والے کے لئے ہر چیز کی تعداد کے مطابق اس کی بخشش کی جاتی ہے۔

حدیث --- (۱۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بندہ کو خدا کے عذاب سے زیادہ نجات دلانے والا صرف اللہ تعالٰی کا ذکر ہے۔

حدیث --- (۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اور میرے ساتھ اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

حدیث --- (۱۴) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کے زنگ کو دور کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہے اور دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی چیز اللہ تعالٰی کا ذکر ہے۔ عذاب سے زیادہ نجات دلانے والی چیز خدا کے ذکر سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ تو صحابہ نے عرض کی کیا جہاد بھی نہیں فرمایا مجاہد کی تلوار جہاد کرتے کرتے ٹوٹ بھی جائے تب بھی یہ عمل اللہ تعالٰی کے ذکر کے برابر نہیں ہو سکتا۔

حدیث --- (۱۵) حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا لوگوں میں کون افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ مژدہ اور خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کی عمر لمبی ہوئی اور عمل اچھے کئے پھر پوچھا کہ کون سا عمل اچھا ہے تو فرمایا کہ تو دنیا سے جائے تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ رواہ احمد والترمذی اس سے ذکر لسانی کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

حدیث --- (۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے یہ فعل ان کے لئے باعث حسرت ہو گا۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں کھڑے ہونے سے قبل ذکر نہیں کرتے یہ بھی ان کے لئے باعث حسرت ہو گا۔ جو لوگ مجلس میں اللہ کا ذکر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود شریف نہیں پڑھتے ان کے لئے بھی باعث حسرت ہو گا۔ زیادہ باتیں کرنا ذکر نہ کرنا نقصان دیہ ہے۔ اور زیادہ گفتگو قساوت قلبی کا ذریعہ ہے۔ گفتگو کم کرو ذکر زیادہ کرو ایک حدیث میں فرمایا کہ بہترین مال یہ ہے کہ زبان ذکر کرنے والی ہو اور دل شکر کرنے والا ہو۔ اور بیوی دین و ایمان پر مدد کرنے والی ہو یہ تمام احادیث مشکوۃ شریف ص ۱۹۸-۱۹۹' ص ۱۹۶-۱۹۷ سے نقل کی گئی ہیں۔ ان میں بعض روایات سے ذکر لسانی کی فضیلت کا ثبوت بھی ملتا ہے اور بعض سے ذکر قلبی کی فضیلت کا ملتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے بہرحال ذکر کرنا چاہئے۔ خواہ قلبی ہو خواہ لسانی ہو۔ خواہ دونوں کا جامع ہو۔

بروز قیامت عظمت اولیاء وذاکرین کا مظاہرہ

حدیث --- (۱۷) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے دائیں جانب بیٹھنے والے کچھ لوگ (اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں) ہوں گے۔ اور ان کے چہرے بھی نورانی ہوں گے جو کہ نہ انبیاء ہوں گے نہ شہدا اور نہ ہی وہ صدیقین ہوں گے۔ تو عرض کیا گیا

یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے تو تین بار آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہم باہم محبت کرنے والے ہوں گے۔ (رواہ احمد باسنادہ لاباس بہ الترغیب ج ۴، ص ۱۹)

حدیث --- (۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو انبیاء نہیں مگر (قیامت کے دن) انبیاء اور شہدا ان پر رشک کریں گے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں۔ تاکہ ہم ان سے محبت کریں۔ فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نور بھر دیا ہے) نہ ان میں کوئی خونی رشتہ ہے، نہ نسب کا اشتراک ہے ان کے چہرے نورانی ہوں گے۔ اللہ کے نور کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ اور وہ نور کے ممبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ جب لوگ خوفزدہ ہوں گے ان کو کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے جبکہ عام لوگ غمزدہ ہوں گے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون** کو پڑھا

(رواہ النسائی و ابن حبان بحوالہ الترغیب ج ۴، ص ۱۹)

حدیث --- (۱۹) حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نور کے ممبروں پر بٹھائے گا۔ ان کے چہروں پر نور ہی نور چھایا ہو گا مخلوق کا حساب ختم ہونے تک۔ (رواہ الطبرانی باسناد جید الترغیب ج ۴، ص ۲۰)

حدیث --- (۲۰) حضرت ابو ذر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ انبیاء ہیں، نہ شہداء۔ مگر قیامت کے دن انبیاء شہداء ان پر رشک کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا مقام دیکھ کر۔ پھر صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔ ایک دوسرے سے ان کا خونی رشتہ

بھی نہ ہو گا۔ اور نہ ہی ان کے پاس مال ہو گا۔ جس کی وجہ سے باہم (پیار محبت) و رشک کرتے ہوں گے۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم بے شک ان کے چہرے نورانی بلکہ وہ پر نور ہوں گے۔ ان کو کوئی خوف اور نہ ہی کوئی غم ہو گا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (رواہ ابو داؤد الترغیب ج ۴' ص ۲۰)

حدیث --- (۲۱) حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو (قبروں) سے اٹھائے گا جن کے چہرے منور ہوں گے۔ وہ موتیوں کے ممبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کریں گے۔ نہ وہ انبیاء ہوں گے اور نہ ہی شہداء تو ایک صحابی دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وہ کون لوگ ہوں گے تاکہ ہم ان کو پہچان سکیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مختلف شہروں اور مختلف قبیلوں اور خاندانوں کے لوگ ہوں گے مگر باہمی محبت کرنے والے ہوں گے اور جمع اور اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہوں گے۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن الترغیب جلد ۴' ص ۲۰)

نوٹ: اس حدیث سے صراحتہ حلقہ ذکر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے جو ظاہر ہے۔

حدیث --- (۲۲) حضرت ابو مالک اشعری سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! سنو! سنو! اور جان لو! کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں۔ جو نہ تو نبی ہیں اور نہ وہ شہید ہیں لیکن ان کا مقام یہ ہے کہ نبی اور شہید ان کے مراتب اور قرب خداوندی کو دیکھ کر ان پر رشک کریں گے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وہ کون لوگ ہوں گے۔ (ملخصاً") آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کے قریب مجالس اور قرب کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ نیز فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ممبر لگوائے گا اور وہ ممبر نور کے ہوں گے۔ جن پر وہ لوگ بیٹھیں گے۔ ان لوگوں کے چہرے اور کپڑے بھی نورانی ہوں گے۔ لوگ اس دن خوف زدہ اور غمزدہ ہوں گے جبکہ یہ لوگ

نہ خوفزدہ ہوں گے اور نہ ہی غمزدہ ہوں گے۔ (رواہ احمد و ابو یعلیٰ والحاکم و قال صحیح الاسناد۔ الترغیب ۴ ص ۲۲)

-----O-----

سوال۔ احادیث مبارکہ میں ایسے ذاکرین و زھاد کا ذکر ہے جو تزکیہ باطن میں لگے رہے۔ مگر انبیاء کرام اور شہداء جن کے درجات و مراتب یقیناً ان سے بلند تر ہوں گے۔ پھر ان پر انبیاء و شہدا کے رشک کرنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب۔ رشک کرنے کی یہ وجہ ہرگز نہیں ہو سکتی کہ ان کے مراتب و درجات انبیاء و شہداء سے بلند و بڑھے ہوئے ہوں گے بلکہ رشک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام سے ان کی امتوں کے متعلق سوال نہ ہو گا۔ اور اصحاب سلسلہ اولیاء سے ان کے مریدین کے متعلق سوال ہو گا مگر یہ ذاکرین اس ذمہ داری سے آزاد ہوں گے۔ جس وجہ سے انبیاء کرام و شہدا اکرام ان پر رشک کریں گے۔ یقیناً جس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال و جواب کی فکر سے آزاد فرما دے' تو اس کی حالت اور شان واقعی رشک کے قابل ہو گی۔ یہ بائیس عدد احادیث مبارکہ ذکر شریف کی فضیلت پر پیش کی گئی ہیں اگرچہ ذکر جہری و ذکر خفی ہو ذکر لسانی ہو یا قلبی سب کا ذکر مراد ہے۔ مگر ذکر قلبی جو صرف تصور کی صورت میں ہوتا ہے وہ مقصود بالذات ہے۔ پھر حلقہ ذکر مجالس ذکر کے قیام پر بھی بیشتر احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

خصوصاً" ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کی موجودہ مجالس ذکر پر تو کافی حد تک بعض احادیث سے روشنی پڑتی ہے۔

آداب ذکر پاک

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب انوار القدسیہ کے ص ۳۴

جلد دوم میں فرماتے ہیں کہ جو عبادت آداب کے بغیر ہو۔ وہ قلیل الفائدہ ہوتی ہے۔ اور مشائخ کرام کا اتفاق ہے کہ بندہ عبادت کے ذریعے ثواب اور جنت حاصل کر سکتا ہے۔ مگر بارگاہ خداوندی تک واصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک عبادت میں آداب کا لحاظ نہ رکھے۔ نیز صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کا مقصود جنت و ثواب کا حصول نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصود ذات باری تعالیٰ کا قرب خاص حاصل کرنا ہوتا ہے۔ حقیقتاً ذکر باری تعالیٰ یہ ہے کہ بندہ کو شہود حاصل ہو۔ یعنی بندہ یہ سمجھے کہ میں خدا کے سامنے حاضر ہوں۔ اور خدا تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ ذکر لسانی اس شہود کا وسیلہ ہے۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ ذکر باری تعالیٰ مریدوں کی تلوار ہے۔ جس کے ذریعے یہ مرید اپنے جنی اور انسی دشمنوں سے لڑتے ہیں۔ اور اپنی آفات و بلیات کا دفاع کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب ذکر قلبی مستحکم و پکا اور قوی ہو تو پھر جب شیطان ایسے ذاکر کے قریب ہوتا ہے تو شیطان کو مرغی کے دورے پڑنے لگ جاتے ہیں۔ پھر شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اس کو کیا ہو گیا ہے۔ تو بعض شیاطین کہتے ہیں کہ یہ ذاکر کے قریب گیا تھا۔ خلاصتہ" کل آداب ذکر بیس (۲۰) ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔ ان کو پڑھیں اور ان پر عمل کریں تاکہ ذکر کامل طور پر مفید ثابت ہو سکے۔

بیس (۲۰) آداب ذکر میں سے پانچ تو ذکر کے شروع کرنے سے پہلے ہیں۔ اور بارہ ذکر کے دوران پائے جاتے ہیں اور تین ذکر سے فراغت کے بعد ہیں۔ پہلے پانچ آداب یہ ہیں۔

(۱) صدق دل اور خلوص نیت سے توبہ کرنا۔

(۲) غسل کرنا یا کم از کم وضو کرنا نیز جب بھی ذکر کا ارادہ ہو تو کپڑوں اور منہ وغیرہ پر خوشبو کا لگانا۔

(۳) خاموشی و سکوت اور سکون سے ذکر کرنا تاکہ ذکر میں صدق حاصل ہو۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں لفظ اللہ کا تصور کرے اور زبان سے خاموش رہے۔ اگر ذکر جہر

مقصود ہو تو پھر ہر خیال کو دل سے نکال کر زبان کو دل کے موافق بنائے۔ ساتھ لا الہ الا اللہ اور جب بھی ذکر کا ارادہ ہو اسی طرح کرے۔

(۴) یہ ہے کہ اپنے شیخ و پیرو مرشد کا تصور بھی ساتھ کرے۔ یوں کہ مرشد کی تصویر و شکل کو اپنی آنکھوں کے سامنے لائے۔ اور ان سے تصور ہی میں ذکر پر مدد حاصل کرے۔ تاکہ تصور شیخ اس کا رفیق ہو جائے سیر میں۔

(۵) یہ کہ حقیقت میں پیرو مرشد سے مدد حاصل کرنے کو در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھے۔ یعنی یہ تصور کرے کہ جو مدد مجھے پیرو مرشد سے مل رہی ہے یہ حیقفت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے بالواسطہ مدد مل رہی ہے۔ پیرو مرشد مرید اور حضور علیہ السلام کے درمیان فی الحقیقت واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

دوران ذکر بارہ (۱۲) آداب کی تفصیل

(۱) پاک جگہ پر بیٹھنا جیسے تشہد میں نمازی بیٹھتا ہے۔

(۲) اگر تنہا اور اکیلا ہے تو قبلہ رخ ہو کر اپنی ہتھیلیوں کو اپنے رانوں پر رکھ کر بیٹھے ورنہ بصورت دیگر جماعت کے ساتھ ہو تو حلقہ بنا کر بیٹھیں۔

(۳) مجلس ذکر میں خوشبو کا چھرکاؤ کریں۔

(۴) ذاکر کا لباس حلال ہو حرام نہ ہو۔

(۵) ذکر کی جگہ تنہائی میں یا اندھیرا ہو۔

(٦) آنکھیں بند رکھیں (اگر مرشد سامنے موجود نہ ہو یا مرشد نے آنکھیں کھلی رکھنے کا جب تک حکم یا ہدایت نہ فرمائی ہو) کیونکہ جب ذاکر آنکھیں بند کرتا ہے تو حواس ظاہری کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اور حواس ظاہری کے راستوں کا بند ہونا آہستہ آہستہ حواس قلبی و باطنی کے کھلنے کا سبب و باعث ہوتا ہے۔

(۷) جب تک ذاکر ذکر میں رہے ذاکر اپنے پیرو مرشد کا تصور اپنی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھے۔ اور یہ ادب تمام آداب سے زیادہ ضروری و تاکیدی ہے۔

(۸) صدق فی الذکر یعنی ذکر میں ایسا صدق اور پختگی حاصل کرے کہ اس کے نزدیک ظاہر اور پوشیدہ سب ایک جیسا ہو جائے۔

(۹) اخلاص اور عمل میں ہر غلط چیز و فعل سے صفائی ہو کیونکہ صدق اور اخلاص سے بندہ مقام صدیقیت کو حاصل کرلیتا ہے۔

(۱۰) تمام اذکار میں سے کلمہ طیب لا الہ الا اللہ یعنی نفی اثبات کرے اور بہت زیادہ کرے (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ میں یہ آٹھواں سبق ہے) کیونکہ اس میں عظیم اثر پایا جاتا ہے جو اس کے ماسوا میں نہیں۔

(۱۱) ذکر کے معنی کو اپنے دل میں حاضر کرنا اور ذکر کے دوران اگر کسی چیز کا مشاہدہ ہو یا خواب دیکھے تو پیرو مرشد سے بیان کرے تاکہ مرشد مناسب ہدایت دے سکیں۔

(۱۲) ذکر کے دوران ذاکر ہر موجود چیز سے دل کو فارغ اور خالی رکھنے کی کوشش کرے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جب کہ لا الہ کہے۔

کیونکہ باری تعالیٰ غیور ہے وہ ذاکر کے دل میں اپنے سوا کسی غیر کو دیکھنا اجازت کے بغیر پسند نہیں کرتا۔ نیز مرید کی روحانی ترقی میں اگر شیخ کا دخل نہ ہوتا تو مرید کے لئے ہرگز یہ جائز نہ ہوتا کہ مرید اپنے شیخ کا تصور کرے خواہ دل میں یا آنکھوں کے سامنے۔ اور مشائخ عظام کا اتفاق ہے کہ ذکر پوری طاقت و قوت سے کرے۔ یہاں تک کہ ذکر کے لئے طاقت صرف کرتے وقت سر سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک پورا بدن حرکت کرے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ امام سیدی یوسف العجمی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ یہ جو آداب ذکر بیان ہوئے ہیں۔ یہ اس ذاکر کے لئے ہیں جس کو یہ یاد ہوں اور وہ ذاکر دوران ذکر بے اختیار نہ ہو گیا ہو، لیکن اگر وہ ذاکر مسلوب الاختیار (یعنی جس کا اختیار نہ رہا ہو)

ہو چکا ہے۔ اور اگر ذکر کی وجہ سے اس پر کوئی کیفیت وارد ہو گئی ہے۔ تو ایسی صورت میں جب کہ اسرار و رموز میں سے اس پر کوئی کیفیت وارد ہو گئی ہے اور اس کی زبان پر اللہ اللہ اللہ یا پھر لفظ ھو' ھو' ھو' یا لفظ لا' لا' لا یا لفظ آہ' آہ' آہ یا لفظ عا' عا' عا' یا لفظ آ' آ' آ یا لفظ ہ' ہ' ہ' یا لفظ ھا' ھا' ھا یا کوئی آواز بغیر حرف کے جاری ہو جائے یا وہ ذاکر خبط کا شکار ہو جائے تو اب اس کے لئے ادب یہ ہے کہ وہ وارد شدہ کیفیت کو تسلیم کر لے۔ اور پھر کیفیت کے ختم ہو جانے پر ادب یہ ہے کہ بغیر بولنے کے سکون کو اپنائے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ تمام آداب ذکر لسانی کرنے والوں کے لئے ہیں۔ ذکر قلبی کرنے والوں پر ان آداب میں سے کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

ذکر سے فراغت کے بعد کے آداب

ذکر کے بعد سکون اور عاجزی و حضور قلبی اپنائے۔ اس دوران کسی ایسی کیفیت کا ورود بھی ہو سکتا ہے جو اس کو ترقی کے ایسے اعلیٰ مقام پر واصل کر سکتا ہے جو مقام اس کو چھتیس سال کے مجاہدہ و ریاضت سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر اس پر زہد کی کیفیت وارد ہو جائے تو وہ ذاکر زاہدا" بن جائے گا۔ اگر مخلوق سے اذیت و تکلیف پہنچنے کی کیفیت کا ورود ہو جائے تو وہ صابر بن جائے گا۔ یا پھر خوف خداوندی کی کیفیت کا ورود ہو گا تو یہ ذاکر خائف من اللہ بن جائے گا۔

(۲) دوسرا ادب یہ ہے کہ تین سے سات سانس کی مقدار میں بار بار اپنے نفس کی مذمت کرے۔

(۳) ذکر کے بعد ٹھنڈا پانی استعمال نہ کرے کیونکہ ذکر سے گرمی اور شوق الی المطلوب پیدا ہوتا ہے۔ اور ٹھنڈا پانی اس حرارت و گرمی کو ختم کر دیتا ہے۔

نفس وجد و تواجد کا ثبوت

سوال - وجد اور تواجد کی حقیقت کیا ہے' کیا یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب - وجد عموماً" بعض ذی روح چیزوں خصوصاً" اہل ایمان میں سے ایسے حضرات کو ہوتا ہے جو تلاوت قرآن یا نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا ذکر باری تعالیٰ یا بزرگان دین کی تعریف و توصیف سنتے ہیں تو ان پر کسی خاص کیفیت کا ورود ہوتا ہے۔ یا انوار و تجلیات کا ورود ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ اپنے اوپر قابو اور کنٹرول نہیں کر پاتے جس وجہ سے ان کے جسم پر اضطراب و حرکت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بنا پر کبھی ادھر کبھی ادھر کبھی آگے کبھی پیچھے جھکتے اور گر پڑتے ہیں۔ اور کبھی کبھار بے ہوش بھی ہو جاتے ہیں۔ تو ایسی حرکات کو وجد حقیقی کہا جاتا ہے۔ اور اس کا محمود و مستحسن ہونا قرآنی آیات و احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔

(ا) اللہ نزل احسن الحد یث کتابا متشابها مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ(پ ۲۳' ع ۱۷)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے ایسی اچھی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں۔ بار بار دھرائی جاتی ہیں۔ جس سے اپنے رب سے ڈرنے والوں کے دل کانپنے لگتے ہیں۔ (یعنی حرکت کرتے ہیں) پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ یعنی ان کے اجسام و ابدان حرکت کرنے اور مضطرب ہونے لگتے ہیں حتیٰ کہ ذکر خداوندی میں سرشار ہو کر ذاکر بن جاتے ہیں۔ یہاں اس نص قطعی الثبوت کی دلالت بھی اقشعرار بدن اور دلوں کے نرم ہونے پر قطعی ہے۔ گویا وجد کی کیفیت کا ثبوت ایسی نص سے واضح ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہے۔

اور پھر نفس وجد کا انکار اس آیت مذکورہ کا انکار ہے جو کفر خالص ہے۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں صاحب مدارک اور صاحب جلالین اور صاحب تفسیر مظہری وغیرہ نے لکھا ہے۔

(۲) فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسی صعقا (پ ۹، ع ۷)

(ترجمہ) جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ملاحظہ ہو تفسیر مظہری۔

یہاں صفاتی تجلی نے موسیٰ علیہ السلام کو بے ہوش اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے تو پھر ذاتی انوار و تجلیات کا کیا عالم ہو گا۔

(۳) و اختار موسی قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا فلما اخذتہم الرجفۃ (پ ۹، ع ۹)

(ترجمہ) اور چنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر (۷۰) آدمی ہماری ملاقات کے لئے پھر جب ان کو پکڑ لیا رجفہ نے یہاں پر صاحب روح المعانی کا استدلال قابل غور ہے۔

(۴) فلما راینہ اکبرنہ و قطعن ایدیہن (پ ۱۲، ع ۱۴)

(ترجمہ) جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔

یہاں صرف جمال یوسفی کے مشاہدہ سے زنان مصر ایسی بے ہوش ہوئیں کہ انگلیاں کاٹ لیں یہ وجد ہی کی کیفیت ہے۔ جو جمال خداوندی یا جمال مصطفوی کے مشاہدہ سے اس کا طاری ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتا ہے۔ (مطالعہ کے لئے روح البیان زیادہ مفید ہے)

الا یۃ ۔ (۵) انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم (پ ۹، ع ۱۵)

(ترجمہ) بے شک ایمان والوں کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر

جاتے ہیں یعنی دلوں پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

الغرض ۔ ان پانچ عدد آیات قرآنیہ سے اہل ایمان خصوصاً" اہل سلوک' اہل ذوق و عشاق کے وجد حقیقی کا ثبوت بالکل واضح ہے۔اس کا انکار قرآن کا انکار ہے۔

حدیث اول

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرام کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت سن کر گھوڑا ناچتا ہے جیسا کہ یہ حدیث شریف مشکوۃ شریف ص ۱۸۴ پر موجود ہے۔ اگر قرآن سن کر گھوڑے جیسے جانور پر وجد طاری ہو سکتا ہے تو انسان پر ایسی کیفیت کا ورود کیونکر نہیں ہو سکتا۔

، با معاملہ تواجد کا تو تواجد کے معنی ہیں از خود وجد والی صورت اختیار کرنا۔ یعنی یہ وہ صورت ہے کہ جس میں حقیقی وجد نہیں ہوتا بلکہ حقیقی وجد والوں کی نقل اتارنا مراد ہے۔ جس طرح حقیقی وجد والا آدمی حرکات و سکنات کرتا ہے۔ گرتا ہے' اچھلتا ہے' تڑپتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو اسی طرح وہ آدمی جو تواجد کرتا ہے یعنی نقل اتارتا ہے۔ وہ بھی ویسے ہی حرکات و سکنات کرتا ہے تو اس کو تواجد کہتے ہیں جو کہ منع نہیں بلکہ جائز ہے اور احسن عمل ہے۔

حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **من تشبہہ بقوم فھو منھم** ۔ جو شخص کسی قوم سے اپنی مشابہت کرے گا۔ وہ انہیں میں سے ہو گا۔ اور یاد رہے کہ تواجد کے جواز پر صرف ہم نے ہی استدلال نہیں کیا بلکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کا فتوئی تواجد پر یوں فرماتے ہیں کہ ذاکر خواہ ذکر کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے۔ اور یہ کھڑا ہونا اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو ہر حال میں جائز ہے۔ بلکہ جواب میں فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر نہ انکار جائز ہے اور نہ ہی ان کو منع کرنا جائز ہے۔ اور یہی جواب دیا ہے۔ علامہ بلیقنی اور علامہ برھان الدین انباسی نے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ

صاحب حال مغلوب ہے۔ اور اس کا منکر محروم ہے۔ اس لئے کہ اس نے تواجد کی لذت نہیں دیکھی۔ اور عشق حقیقی کا جو مشروب ہے وہ منکر کو نصیب نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام سے بھی یہی کچھ منقول ہے بلکہ مجلس ذکر میں کھڑے ہونے اور رقص کرنے والوں میں یہ شیخ الاسلام بھی شامل ہیں اور کھڑے ہو کر ذکر کرنا اور گھومنے وغیرہ کا ثبوت بھی الحاوی الفتاوی ص ۲۲۴ جلد دوم میں موجود ہے۔ اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا مجموعۃ الرسائل ج ۱، ص ۱۷۳ اور فتاویٰ شامی جلد سوم ص ۳۰۷، پر بھی وجد مع تواجد اور رقص وغیرہ کا ثبوت ملتا ہے۔

حدیث دوم

فتاویٰ الحاوی ج ۲، ۲۲۴ میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ

و ان انضم الی ھذا القیام رقص او نحوہ فلا انکار علیھم لان ذلک من لذۃ الشھود والمواجید و قد ورد فی الحدیث رقص جعفر بن ابی طالب بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قال لہ شبھت خلقی و خلقی و ذالک من لذۃ ھذہ الخطاب و لم ینکر ذالک علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان ھذا اصلافی رقص الصوفیتہ الخ

(ترجمہ) اور اگر اس قیام وغیرہ کے ساتھ رقص وغیرہ کو ملایا جائے تو بھی صوفیاء پر انکار جائز نہیں کیونکہ یہ شہود اور مواجید (وجد کی جمع) کی لذت کی وجہ سے ہے۔ اور حدیث میں ایا ہے کہ جناب جعفر بن ابی طالب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے اخلاق اور خلقت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔ تو یہ سن کر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقص کیا یعنی ناچنے لگے۔ تو آپ نے نہ منع فرمایا اور نہ انکار فرمایا۔ جو جواز کی دلیل ہے نوٹ یاد رہے کہ اسی حدیث کو صوفیاء کرام کے وجد و تواجد اور رقص کی اصل دلیل قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح سید احمد طحطاوی اپنی کتاب حاشیۃ الطحطاوی علی در المختار جلد چہارم ص ۱۷۶-۱۷۷ میں اور الحدیقتہ الندیہ شرح طریقتہ المحمدیہ جلد دوم ص ۵۲۲ میں اور اسی طرح امام شعرانی انوار قدسیہ جلد اول ص ۳۹ میں فرماتے ہیں۔

نوٹ ۔ یاد رہے کہ اختصار کی خاطر صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے۔ اور بعض عبارات سے مختصر جملے نقل کر دیئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ وجد و تواجد اور رقص جلیل القدر اولیاء کرام پر طاری ہوتا رہا ہے۔ مثلاً ابو بکر شبلی' ابو الحسن نوری' سمنون المحب' معدون المجنون وغیرہ

مزید براں یہ کہ حضرت شاہ غلام علی دھلوی مکاتب شریفہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد بہاء الدین شاہ نقشبند کی توجہات سے مریدین پر عجیب و غریب کیفیات طاری ہوتی تھیں۔ (حوالہ مکاتیب شریفہ ص ۷۸' ۸۲)

سوال ۔ (۲) حضرت جعفر بن ابی طالب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وجد و رقص کرنے والی روایت کس کتاب میں ہے۔

جواب ۔ الحاوی للفتاویٰ جلد دوم ص ۲۳۴ سیرت حبیبہ جلد دوم ص ۲۵۲ کے حاشیہ میں ہے (السیرۃ نبویہ والاثار المحمدیہ) اور صدیقتہ الندیتہ جلد دوم ص ۵۲۴ تفسیر احمد ص ۶۰۲' ۶۰۳ میں موجود بھی ہے۔ علاوہ ازیں ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر روح البیان ص ۲۱۱' **و یخرون للاذقان و یزیدھم خشوعا** کے تحت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وجد و جذب ہوا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف باب الزھد نیز سورۃ محمد کی تفسیر میں تفسیر روح البیان ص ۸' ۵۱۴ جلد آٹھ اور ص ۸' ۱۰۱ سورۃ اعراف جلد سوم ص ۲۴۲ اور روح البیان ص ۸' ۷' ۱۴ وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ خوف طوالت سے عبارات نہیں لکھیں۔ البتہ کسی کو شبہ ہو تو دکھائی جا سکتی ہیں۔

سوال ۔ (۳) ابن عابدین علیہ الرحمتہ نے تو رقص یعنی ناچنے کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ ان کی کتابوں سے ثابت ہے۔

جواب- انہوں نے اگرچہ منع کیا ہے لیکن یاد رہے کہ جس رقص کو انہوں نے حرام قرار دیا ہے وہ جھوٹے اور جعلی صوفیاء کا رقص ہے- یا ایسا رقص کہ جو شہوات نفسانی میں ہیجان پیدا کرے- اس کو حرام و منع فرمایا ہے- سچے صوفیاء کرام جو معرفت خداوندی سے سرار اور واصلین ہیں ان کے رقص و وجد کو انہوں نے حرام و منع نہیں فرمایا- ابن عابدین کے مجموعہ رسائل کا ۱۷۲'۲۷۳ انکال کر شفاء العلیل کا مطالعہ فرمانے سے وہم دور ہو سکتا ہے- (ذرا مطالعہ فرمایئے)

سوال -- (۴) کیا نماز کی حالت میں اپنے جسم کو ہلانا اور حرکت دینا جائز ہے اور کیا صحابہ کرام سے یہ ثابت ہے-

جواب- کسی کیفیت کے وارد ہونے کی صورت میں جسم کو ہلانا اور جسم کا حرکت کرنا بے شک صحابہ کرام سے ثابت ہے- ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۸' ص ۶' امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو اراکہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب وہ اپنی دائیں طرف پھرے تو رک گئے جب سورج نیزے کے برابر آیا تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں- پھر اپنا دست اقدس الٹا کر فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے- آج میں ان سے کچھ مشابہت نہیں دیکھتا- وہ خالی ہاتھ بکھرے ہوئے بالوں اور گرد آلود چہروں کے ساتھ صبح کرتے تھے کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اپنے قدموں اور پیشانیوں کے درمیانے حصے کو حرکت دیتے- جب صبح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسے ہوا والے دن درخت حرکت کرتا ہے ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے' خدا کی قسم ان کے کپڑے بھاری ہو جاتے- اسی طرح حلیتہ الاولیاء ص ۷۶ جلد اول میں بھی مذکور ہے-

ذکر میں سرشار ہو کر جسم کا حرکت کرنا ایک اچھا عمل ہے- اور شرعاً" جائز ہے امام احمد علیہ الرحمتہ نے اپنی مسند میں صحیح حدیث نقل کی ہے-

(حدیث) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حبشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

رقص کرتے تھے۔ اور اپنی زبان سے یہ کہتے تھے کہ محمد عبد صالح لیکن آپ نے ان کو دیکھ کر منع نہیں فرمایا۔ جو اپنی کیفیت کے پیدا ہونے کی صورت میں رقص و وجد کے جواز کی دلیل ہے۔

سوال۔(۵) نماز کے اندر وجد حقیقی کے بعد جسم کا حرکت کرنا اور منہ سے آوازیں نکالنا دونوں ہاتھوں سے تالی کی صورت اختیار کرنا' چیخنا' چلانا اور ہا ھو وغیرہ کی صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے لہٰذا ایسا کرنا منع و ناجائز ہے بلکہ آداب مسجد کے منافی ہے اور عمل کثیر ہے جو کہ مفسد صلوۃ ہے۔

جواب۔ قارئین گزارش ہے کہ اگر نماز کے اندر مذکورہ بالا امور کا پایا جانا انوار و تجلیات اور دیگر ایسی ہی کیفایت کی وجہ سے ہوا ہے۔ جو انسان کو ایسی حرکات پر مجبور کر دیتی ہیں تو اس صورت میں وہ شخص مغلوب الحال ہو جاتا ہے۔ اور مغلوب الحال کی نہ نماز فاسد ہوتی اور ٹوٹتی ہے نہ ہی وضو۔ اور نہ ہی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ روح نماز کی علامات ہیں بلکہ اصل نماز ہی یہی ہے۔ رسمی نمازوں میں ایسی کیفیات وارد نہیں ہوتیں یہ کیفیات اصلی نمازوں میں ہی وارد ہوتی ہیں۔ جن لوگوں پر خشوع و خضوع طاری ہوتا ہے تو ان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

نیز سوال (۴) میں صحابہ کرام کے متعلق جواب ثابت ہو چکا ہے۔

نوٹ: نماز کے اندر وجد کی کیفیت کے جواز اور نماز نہ ٹوٹنے کے متعلق ایک اہم عبارت فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب ہدایہ شریف سے نقل کی جاتی ہے ملاحظہ ہو اور اس کے علاوہ بھی چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہدایہ جلد اول ص ۱۳۵ میں فرماتے ہیں کہ فان فیھا او تاوہ اوبکی فادتفع بکاوہ (اے حصل منہ الحروف) فلان کان (اے کل ذلک) من ذکر الجنتہ والنار لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع و ان کان من وجع او مصیبتہ قطعھا لان فیھا اظھار الجزع والتاسف فکان من کلام الناس

(ترجمہ) اگر نمازی نے نماز میں آہ یا اوہ کہا یا ایسا رویا کہ آواز بلند ہو گئی یعنی رونے سے حروف بھی حاصل ہو جائیں۔ تو اگر یہ رونا وغیرہ جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہو تو نماز کو نہیں توڑے گا کیونکہ یہ خشوع و عاجزی کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ اور اگر جسمانی درد یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے رویا یا آہ راوہ کیا تو نماز کو توڑ دے گا۔ کیونکہ اس میں جزع اور افسوس کا اظہار ہے۔ اس لئے یہ لوگوں کے کلام سے ہو گا۔

(۲) اسی طرح فقہ حنفی کی معتبر ترین اور مشہور زمانہ کتاب بحرالراق میں ہے یعنی جو کچھ صاحب ھدایہ نے لکھا ہے اس سے بھی زیادہ مفصل طور پر علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے اختصار کے پیش نظر عبارت نقل کرنے سے گریز کیا ہے اور حوالہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔

نیز ایک بات جو بحرالرائق نے زائد لکھی ہے وہ یہ ہے کہ **و لو صرح بھما فقال اللھم انی اسئلک الجنۃ و اعوذبک من النار لم تفسد صلاتہ**

(ترجمہ) اگر نمازی نماز کی حالت میں صراحتہ مذکورہ بالا جملے کہہ دیتا ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ یہ خشوع و عاجزی کی زیارت پر دلالت کرتے ہیں اور خشوع و خضوع کی زیادت کی وجہ سے ہیں۔

(۳) فتاویٰ تاتار خانیہ ج ۱ ص ۵۷۹ میں علامہ علاء الانصاری فرماتے ہیں کہ **فان کان من ذکر الجنۃ او النار خصلاتہ تامتہ عند ابی حنیفہ و محمد و فی الخنیہ تحصل لہ حروف**

یعنی اگر آہ، اوہ کہنا یا بلند آواز سے نماز میں رونا جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہو خواہ حروف بھی حاصل ہو جائیں تو بھی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز تام و کامل ہے۔ یعنی نہیں ٹوٹتی۔ (فتاوی تاتار خانیہ ۱، ۵۷۹)

(۴) اس طرح فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۰۰ میں بھی لکھا ہے۔

(۵) اور اسی طرح فتاویٰ بزازیہ علیٰ حامش عالمگیر جلد اول ص ۱۳۶ پر بھی موجود ہے۔

(۶) **الانین والتاوہ والتافیف والبکاء اذا شتملت علی حروف مسموعتہ فانھا**

تبطل الصلوة الا انا كانت نا من خشمته الله او من مرض بحيث لا يستطيع و هنا لحكم متفق عليه بين الحنفيته والحنابلته و بين المالكيته فى سئلته الخشمته فقهہ على سذاهب الاربعته (جلد اول ' ص ۳۰۰)

یعنی نماز کی حالت میں نمازی کا آہ 'اوہ اور اف کہنا اور اس طرح رونا کہ حروف سنے جائیں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے- ہاں 'اگر یہ رونا آہ 'اوہ 'یا اف کہنا اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کی وجہ سے ہو یا کسی ایسی بیماری کی وجہ سے ہو جس پر یہ کنٹرول و قابو نہیں رکھ سکتا تو پھر نماز فاسد نہ ہو گی- اور یہ حکم احناف و حنابلہ و ما لکیہ کا اتفاقی ہے-

(۷) اسی طرح علامہ شیخ احمد طحاوی حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۷۴ میں فرماتے ہیں کہ الوجد لہ مراتب و **بعضہ بسلب الاختیا فلا وجہہ لمطلق الانکار و فی التتار خانیته ما یدل علی جوازہ للغلوب الذی حر کاتہ کحرکات المرتعش اہ**

یعنی وجد کی کئی اقسام ہیں- اور بعض اقسام ایسی ہوتی ہیں- جو اختیار کو سلب کر لیتی ہیں- لہٰذا مطلقاً" انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے- فتاویٰ تاتار خانیہ میں لکھا ہے کہ مغلوب الحال سالک جس کی حرکات مرتعش کی حرکات جیسی ہوتی ہیں- اور غیر اختیاری ہوتی ہیں اس کے لئے نماز کے اندر بھی یہ حالت جائز ہے اور (یہ حالت مفسد صلوۃ یعنی نماز کو توڑنے والی نہیں)

(۸) صاحب روح المعانی تفسیر روح المعانی میں تقریباً اسی طرح فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا اور نماز بھی باطل نہیں ہوتی-

(۹) حاشیتہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۷۸ میں بھی ایسی ہی عبارت موجود ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ اگر خشیت الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے آہ یا اوہ یا اف یا تف کہا اور حروف بھی حاصل ہو گئے تو بھی نماز نہیں ٹوٹتی-

(۱۰) ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں بھی یہی کچھ فرمایا گیا ہے- الغرض ان دس عدد حوالہ کتب فقہ اور روح المعانی کے حوالہ سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ نمازی کو اگر نماز کی

حالت میں وجد ہو جائے اور وہ وجد کی کیفیات میں سرشار ہو جائے اور مغلوب الحال ہو جائے اور منہ سے ھا' ھو کی آوازیں نکل جائیں یا چیخے چلائے یا مرتعش کی طرح حرکتیں کرے۔ جسم کو ہلائے' ہاتھ کھل جائیں اور تالی کی شکل بن جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ فقہاء احناف علیہم الرحمتہ والرضوان نے بلند آواز سے رونے اور آہ یا اوہ یا اف وغیرہ نماز کے اندر کہنے سے نماز فاسد نہ ہونے کی جو علت خشیتہ الٰہی خوف خداوندی' خشوع و خضوع میں زیادتی بتائی ہے وہ علت جب بھی پائی جائے گی اور جہاں بھی پائی جائے گی تو وہاں ہی معلول یعنی حکم بھی پایا جائے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت تو پائی جائے مگر معلول نہ پایا جائے۔ معلول کا تخلف علت سے جائز نہیں ہے۔ اسی لئے فقہاء احناف جہاں دیکھتے ہیں کہ فلاں فعل نمازی سے خشیت الٰہی اور خشوع کی وجہ سے پایا گیا ہے تو وہاں ہی یہ حکم لگا دیتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔

لہٰذا ہمارے سلسلہ عالیہ مجددیہ سیفیہ کے مریدوں میں نماز کی حالت میں جو مذکورہ بالا حرکات و افعال پائے جاتے ہیں۔ ان کی علت بھی خشیت الٰہی خوف خدا اور خشوع کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم یہاں بھی لگے گا کہ نہ تو نماز ہی فاسد ہوتی ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ اگرچہ بے شمار حوالہ جات مزید پیش کئے جا سکتے ہیں بوقت ضرورت لیکن فی الحال خوف طوالت سے یہاں دس عدد حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب اسی مسئلہ کے متعلق ذرا تفسیر روح المعانی ملاحظہ کریں۔

یہ عبارت ملاحظہ کرلیں جو ایمان کو تازہ کر دیتی ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددی سیفیہ کے موجودہ طریقہ کی تائید کرتا ہے۔ اور جس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہمارے سلسلہ کے اس طریقہ کو جو لوگ نئی اختراع یا نئی ایجاد قرار دیتے ہیں وہ دراصل بے خبر ہیں یا غفلت کا شکار ہیں۔ یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام چلاتے ہیں اور یا پھر تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے۔ ان کو چاہئے کہ یہ پٹی آنکھوں سے اتار کر مذکورہ حوالہ جات دیکھیں۔ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں اور فقہ کو سمجھنے کی

کوشش فرمائیں۔ محض لکیر کا فقیر نہ بنیں علماء دین کے شایان شان لکیر کا فقیر بننا نہیں ہے۔

مزید بر آں (حوالہ نمبر ۱۱) علامہ آلوسی بغدادی علیہ الرحمتہ والرضوان فرماتے ہیں کہ

و اختار موسی قومہ سبعین رجلا عن اشراف قومہ و نجباء ھم اھل الاستعداد والصفاء والارادۃ والطلب والسلوک فلما اخذتھم الرجفتہ ای رجفتہ البدن التی ھی من مبادی حقیقتہ الفناء عند طریان بوارق الانوار و ظھور طوالع تجلیات والصفات من اقشعرار الجسد و ارتعادہ و کثیرا ما تعرض ھذہ الحرکتہ السالکین عند الذکر او سماع القران او ما یتاثرون بہ حتی تتفرق اعضاء ھم و قرشا ھدنا ذالک فی الخالدین (او فی السالکین) من اھل الطریقتہ النقشبندیہ و ربما یقربھم فی صلاتھم حیاح معہ (الی ان قال) و قد کثر الانکار علیھم و سمعت بعض المکرین یقولون ان کانت ھذہ الحالتہ مع الشھود والعقل فھی سوء ادب و مبطلتہ للصلوۃ قطعا و ان کانت مع علم شعور و زوال عقل فھی ناقضتہ للوضوء و نراھم لا یتوضئون و اجیب بانھا غیر اختیاریتہ مع وجود العقل والشعور و ھی کالعطاس والسعال و من ھھنا لا ینتقض الوضوء بل و لا تبطل الصلوۃ (الی ان قال) فلا یبعدان یلحق ما یحصل من اثار التجلیات الغیر الاختیاریتہ بالذکر و لا یلزم من کونہ غیر اختیاری کونہ صادرا من غیر شعور فان حرکتہ المرتعش غیر اختیاریتہ مع الشعور بھا الخ

(روح المعانی جلد سوم، ص ۸۶، الجزء التاسع)

(ترجمہ) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر (۷۰) نجباء اور شرفاء کو چنا جو اس قدر صفاء ارادت اور طلب و سلوک والے تھے کہ جب ان کے بدن کو رجفہ یعنی کپکپی نے پکڑا جو حقیقۃ الفناء کے مبادیات سے ہے جب انوار و تجلیات کی تجلیاں وارد ہوتی ہیں اور تجلیات صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ جیسے جسم پر کپکپی اور ارتعاد کا طریان ہے۔ اور بہت

دفعہ بہ حرکت سا لکین کو عارض ہوتی ہے۔ ذکر کے وقت یا قرآن کے سماع کے وقت یا اس چیز کے سننے کے وقت جو سامعین کو متاثر کرتی ہے۔ مثلاً (نعت خوانی وغیرہ) یہاں تک کہ ان کے اعضاء جسمانی بکھرنے لگتے ہیں یا قریب ہوتا ہے کہ ان کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ایسی حالت کا مشاہدہ ہم نے حضرت خالد علیہ الرحمتہ کے پیروکاروں میں کیا ہے۔ یا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سالکین میں اور بسااوقات ان کو نماز کے اندر چیخ و پکار کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ (یہاں تک کہا کہ) ان پر انکار بھی بکثرۃ کیا گیا ہے اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل و شعور کے ہوتے ہوئے ہوئی تو پھر یہ سوء ادب بھی ہے اور نماز کو باطل بھی کر دیتی ہے۔ اور اگر یہ حالت عقل و شعور کے زوال کے بعد ہوئی تو پھر یہ وضو کو توڑنے والی ہے۔ مگر ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ یہ وضو نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حالت باوجود عقل و شعور کے قائم رہنے کے غیر اختیاری ہے جیسے چھینک اور جمائی انسان کو آتی ہے۔ عقل و شعور موجود ہوتے ہوئے بھی یہ غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز باطل ہوتی ہے اور بعض شوافع نے نصاً" فرمایا ہے کہ نمازی پر اگر نماز میں ضحک (یعنی کھل کر ہنسنا غالب) ہو جائے تو نماز باطل نہ ہو گی اور اس نمازی کو معذور قرار دیا جائے گا لہٰذا بعید نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ سے حاصل ہونے والے غیر اختیاری اثرات کو (حکمی طور پر) چھینک اور جمائی سے ملحقا قرار دیا جائے اور ان کے غیر اختیاری ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ عقل و شعور کے بغیر ہو۔ کیونکہ مرتعش کی حرکت باوجود شعور کے غیر اختیاری ہے اور یہ ظاہر ہے لہٰذا کوئی معنی نہیں انکار کا اور نہ کوئی وجہ ہے انکار کی۔ (ملاحظہ ہو روح المعالی ج سوم، ص ۸۲۹)

سوال ۔ صاحب روح المعانی نے اس مذکورہ ص ۸۶ پر یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت خالد علیہ الرحمتہ اپنے مریدوں کو ایسی صورت میں وضو کرنے اور نماز نئے سرے سے پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی کیفیت کے ورود کے بعد وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت خالد وضو کرنے اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ فرماتے۔ لہٰذا یہ عبارت تمہارے خلاف ہے۔

جواب ۔ اس عبارت میں یہ جملہ موجود ہے کہ سدا "لباب الانکار حضرت خالد علیہ الرحمتہ اس وجہ سے وضو اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیتے تھے کہ وضو اور نماز فاسد ہو گئے ہیں یا ٹوت گئے ہیں بلکہ منکرین کے انکار کا دروازہ بند کرنے کے لئے ایسا حکم دیتے تھے یعنی یہ اعادہ کا حکم احتیاطی تدبیر کے طور پر تھا شرعی حکم کے طور پر نہ تھا۔ لہٰذا وضو اور نما کے ٹوٹنے کا نتیجہ نکالنا باطل و مردود ہے۔

سوال ۔ روح المعانی کے مذکورہ ص ۸۶ میں یہ عبارت بھی موجود ہے جو تمہارے خلاف ہے کہ **والحق ان ما یصتری ھذہ الطائفہ غیر ناقض الوضو لعلم زوال العقل معتہ و لکنہ مبطل للصلوۃ عاضیہ من اصیاح الذی یظھر بہ حرفان مع امور تاباھا الصلوۃ**

یعنی حق یہ ہے کہ صوفیاء وسالکین کے اس گروہ پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ ناقص وضو نہیں یعنی وضو کو نہیں توڑتی کیونکہ اس حالت میں عقل زائل نہیں ہوتی لیکن یہ کیفیت نماز کو باطل کرتی ہے کیونکہ اس میں وہ چیخ و پکار ہوتی ہے جس میں دو حرف ظاہر ہوتے ہیں باوجود مزید چند ایسے امور کے جو نماز کے لائق نہیں۔

جواب ۔ اس عبارت میں جس صیاح و چیخ و پکار کا ذکر ہے وہ محمول ہے اس صورت پر جب یہ صیاح و چیخ و پکار خشوع و خضوع اور خشیت الٰہی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی دنیاوی مصیبت و تکلیف کی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں کتب فقہ حنفی کے معتبر حوالہ جات سے اس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن اگر یہ چیخ و پکار محض خشیت الٰہی اور خشوع و

خضوع کی وجہ سے ہو تو پھر نماز باطل نہیں ہوتی جیساکہ ہدایہ اور فتح القدیر و دیگر معتبرات سے نقل کر دیا گیا ہے گذشتہ صفحات ہیں۔

سوال۔ ذکر کا یہ طریقہ اختراعی اور من گھڑت ہے جو اپنی ہیئت کذائی کے ساتھ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے نہ بزرگان دین سے 'لہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔

جواب۔ یہ جاہلانہ اور احمقانہ سوال ہے بلکہ سوال کرنے والے کی ذہنی کیفیت کا بتا دیتا ہے کہ یہ شخص بھی وہابیت زدہ ہے۔ تحقیقی جواب تو یہ ہے کہ کسی چیز یا کسی امر و فعل کا صراحتہ" قرآن و حدیث و کتب فقہ میں ہی نہ ہونا اس کے عدم جواز یا اس کے اختراعی ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ایک وجود خارجی ہے اور ایک وجود شرعی ہے اگرچہ یہ طریقہ وجود خارجی کے ساتھ موجود نہیں ہے مگر وجود شرعی کے ساتھ موجود ہے یعنی شرعی جواز موجود ہے کیونکہ **فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم** الایتہ اور **فاذکرونی** الایتہ مطلق ہیں۔ کیفیت ذکر مذکور نہیں ہے کہ کن الفاظ سے ذکر کریں کس طریقہ سے کریں۔ اور قاعدہ مشہور ہے **المطلق یجری علی اطلاقہ** الخ۔ یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے اور خبر واحد حدیث صحیح سے بھی اس کو مقید نہیں کر سکتے تو پھر محض منکرین کی آراء اور قیاسات فاسدہ سے کیونکر مقید ہو سکتا ہے۔ اطلاق اور عموم بتلاتا ہے کہ ذکر الٰہی ہر طریقہ سے جائز ہے خواہ وہ طریقہ کوئی بھی ہو پھر حدیث صحیح ہے، مسلم شریف اور مشکوۃ کی کہ **من سن فی الاسلام سنتہ حسنتہ** اور اس من کے عموم میں قیامت تک کے ایجاد کنندگان داخل ہیں اور سنتہ حسنتہ ہیں ذکر کے ہر نئے اور جدید طریقہ کو شامل ہے۔ امام نووی شارح مسلم نے شرح میں عبادت کے ہر نئے طریقہ کو بھی داخل قرار دیا ہے۔ سنتہ حسنتہ ہیں۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف **من سن فی الاسلام سنتہ حسنتہ** یہ حدیث مشکوۃ شریف ص ۳۳ کتاب العلم بھی موجود ہے۔

اور الزامی جواب یہ ہے کہ بالغرض اگر ذکر کا یہ طریقہ نیا اور جدید ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے تو پھر محفل میلاد، جلوس میلاد، ختم گیارہویں، عرس شریف بلکہ تمام معمولات

اہلسنت تقریباً ناجائز قرار پائیں گے بلکہ تقلید شخص بھی ناجائز قرار پائے گی کیونکہ یہ مذکورہ بالا صراحتہ نہ قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے بلکہ مانعین کا طریقہ ذکر ہیئت کذائیہ سے بھی صراحتہ" قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے کیا ان تمام امور کو بھی آپ ناجائز اختراعی من گھڑت قرار دیتے ہیں **فما هو جوابكم فهو جوابنا**

سوال – تمہارے اس سلسلہ میں تمہارے پیرو مرشد بیعت کرنے کے بعد مریدوں کو نوافل پڑھنے اور تلاوت قرآن و دیگر تسبیحات و تعطیلات سے منع کرتے ہیں جو سراسر خلاف شرع ہے۔

جواب – یہ منع کرنا ممانعت شرعی نہیں ہے بلکہ یہ منع کرنا مصلحت ہے تاکہ اسم جلالت کے ذکر کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے اور سبق جلدی پختہ ہو جائے تاکہ سلوک کا اگلا سبق دیا جا سکے جیسے خداوند قدوس نے جناب آدم و حوا علیہما السلام کو لا تقربا هذا الشجرة فرما کر منع فرمایا تھا تو یہ نہی تحریمی نہ تھی بلکہ شفیقی تھی اور جیسے ڈاکٹر یا طبیب و حکیم مریض کی تشخیص کے بعد نسخہ تجویز کرتا ہے اور ساتھ ہی پرہیز بتاتے ہوئے کہتا ہے فلاں چیز بھی نہ کھانا اور فلاں چیز بھی نہ کھانا تو اس کو بعض خوردنی اشیاء سے روکنا شرعاً" نہیں ہوتا بلکہ مصلحتاً" اور شفقتہ" ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں مرشد کا منع کرنا نوافل وغیرہ سے یہ بھی شرعی نہیں بلکہ شفیقی ہے اور مبنی بر مصلحت ہے اور عارضی ہے جب چھٹا سبق دیتے ہیں تو ساتھ ہی نوافل وغیرہ کی اجازت بھی ہو جاتی ہے یہ اعتراض باطل و مردود ہے۔

نوٹ: یہ طریقہ ذکر اشارۃ" اس کا جواز اور مروج ہونا روح المعانی کی منقولہ بالا عبارت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خالد علیہ الرحمتہ کے مریدین پر کیفیت کا ورود ہوتا تو وہ چیختے اور چلاتے تھے اور منکرین اعتراض کرتے تھے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے پھر یہ کہ ملا علی قاری علیہ رحمتہ الباری مرقات شرح مشکوۃ ج ۵، ص ۶۳ میں فرماتے ہیں کہ امام غزالی علیہ الرحمتہ کلمہ طیبہ کے ذکر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **ثم قال ولامر**

ما تجد العارفين و ارباب القلوب والمقين يستائر منها على سائر الاذكار لما راتو فيها خواص ليس الطريق الى مصرمتها الا الوجلنن والذوق۔ یعنی امام غزالی فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کا ذکر اس لئے بھی افضل ذکر ہے کیونکہ عارفین اور ارباب قلوب و ارباب یقین اس کے ذکر کو تمام ازکار پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کلمہ طیبہ میں وہ خواص یعنی خصوصیات پائی ہیں جن کی معرفت کی طرف سوائے وجدان اور ذوق کے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ الخ

پھر ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ سید علی ابن میمون المغربی نے جب شیخ علوان حموی میں اپنا تصرف، دکھایا جو کہ مفتی بھی تھے اور مدرس بھی تو حضرت میمون ۔نے شیخ علوان حموی کو فتوئی نویسی اور تدریس سے منع کر دیا اور ذکر میں لگا دیا تو جہلاء زمانہ نے طعن و تشنیع شروع کردی اور کہنا شروع کر دیا کہ میمون نے شیخ الاسلام کو گمراہ کردیا ہے اور مخلوق کو نفع دینے سے منع کر دیا ہے اور بلکہ جب حضرت میمون مغربی کو معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام کبھی کبھی تلاوت قرآن کرتا ہے تو اس سے بھی منع کر دیا تو لوگوں نے حضرت میمون مغربی کے متعلق کہا یہ زندیق اور بے دین سے لوگوں کو تلاوت قرآن سے روکتا ہے جو ایمان کا قطب ہے اور ایقان کا غوث ہے۔ لیکن اس کے باوجود مفتی اور مدرس اور شیخ الاسلام نے اپنے مرشد کی پیروی کی۔ حکم کی تعمیل کی یہاں تک کہ ان کو پیرو مرشد سے مزید فیض حاصل ہوا۔ اور دل کا آئینہ صاف و شفاف ہو گیا اور باری تعالیٰ کا مشاہدہ بھی حاصل ہو گیا۔ تو اب مرشد نے ان کو تلاوت قرآن کی اجازت دی اب اجازت کے بعد جب قرآن کھول کر پڑھنا شروع کیا تو فتوحات ازلیہ اور ابدیہ کھلنے لگیں اور معارف و عوارف کے خزانے ظاہری اور باطنی حاصل ہوئے تو مرشد نے فرمایا کہ میں نے تم کو تلاوت سے اسی لئے روکا تھا تاکہ سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد تمہیں یہ خزانے حاصل ہو سکیں۔

اس واقعہ سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) یہ کہ ہمارے سیفی حضرات کا طریقہ ذکر دسویں صدی میں بھی موجود تھا جس کا ذکر دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری کر رہے ہیں۔

(۲) یہ کہ اس دسویں صدی میں بھی ایسے اللہ کے مقبول اور کامل بندے تھے جو اپنے مریدوں پر بعض پابندیاں لگاتے تھے اور ان کو نفلی عبادت سے کچھ وقت کے لئے منع کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ تلاوت قرآن جیسی عبادت سے بھی منع کرتے تھے عارضی طور پر۔

(۳) دسویں صدی میں بھی ایسے اللہ والوں پر اعتراض کرنے والے طعن و تشنیع کرنے والے موجود تھے جو ان کو زندیق و بے دین کہا کرتے تھے اور گمراہ قرار دیتے تھے۔ اور خلاف شرع امور کا مرتکب ٹھہراتے تھے۔ جیساکہ آج کل حضرت اخوندزادہ مبارک دامت برکاتہم العالیہ پر پیر محمد چشتی اور اس کے رفقاء اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کو جادوگر، مخالف شرع، گمراہ قرار دیتے ہیں۔ **العیاذ باللہ من ذالک الخرافات**

اس دور کے اعتراض کرنے والے حضرت میمون مغربی اور ان کے مرید مفتی و مدرس و شیخ الاسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو آج کے معترضین و منکرین قیوم زمان اور ان کے مریدین کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

والناس فیما یعشقون مذاہب

عمل کثیر کی بحث

فقہاء کرام نے عمل کثیر کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

(۱) یہ کہ جو عمل دونوں ہاتھوں سے کیا جائے وہ عمل کثیر ہے۔

(۲) نماز میں اس حال میں ہو کہ دیکھنے والا یہ یقین کرلے کہ یہ نماز میں نہیں ہے۔

(۳) یہ کہ خود نماز پڑھنے والا اگر کثیر سمجھے تو عمل کثیر ہے ورنہ نہیں۔

منقول از ہدایہ ص ۱۳۸، حاشیہ ۷، بحوالہ فتح القدیر۔ کوئی تعریف بھی ہو بہرحال عمل کثیر اس صورت میں مفسد صلوۃ ہوتا ہے جب نمازی اپنے اختیار سے کرے۔ اگر نمازی حالت نماز میں قرات سن کر یا دوزخ یا جنت کا ذکر سن کر وجد کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے یا انوار و تجلیات کے ورود کی وجہ سے بے اختیار ہو کر عمل کثیر کا ارتکاب کرلیتا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی بلکہ مکروہ بھی نہ ہو گی کیونکہ ہر عمل اس کا غیراختیاری ہے اور غیراختیاری عمل کی صورت میں اس کو کسی شرعی حکم کا مکلف قرار دینا قرآن کی نص کے خلاف ہے۔ قران کریم میں ہے **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** یعنی خداوند کریم کسی انسان کو اس کی وسعت وطاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔

ظاہر ہے حالت وجد میں نمازی کا اپنے اوپر اختیار نہیں رہتا لہذا اس کو عمل کثیر حکم شرعی کا پابند قرار دینا آیت مذکورہ بالا کے منافی ہے اور چونکہ سالک نمازی واردات غیراختیاریہ کی وجہ سے معذور ہو جاتا ہے اس لئے اس کی یہ حرکات عمل کثیر کے حکم سے مستثنیٰ ہوں گی اور ایسے شخص پر ایسی حالت کی موجودگی میں عمل کثیر کا حکم لاگو نہ ہو گا جیسے انفلات ریح، ا۔ استطلاق بطن اور رعاف دائم والے نمازی مستثنیٰ ہیں یعنی وہ نمازی جس کی ہوا ہروقت چلتی رہتی ہے یا وہ کس لو عموما" پیچس یا جلاب لگے رہتے ہیں یا وہ جس کی ہمیشہ نکسیر جاری رہتی ہے، یہ معذور ہیں۔ شرعا" اس طرح وہ شخص جو رعشہ (یعنی جسم کا ہروقت کانپنا) کی مرض میں مبتلا ہے اس کی یہ حرکت غیراختیاری ہے باوجود عقل و

شعور کے قائم ہونے کے یہ بھی شرعاً" معزور ہے ان افراد کے معذور ہونے کی علتہ اور وجہ ان کا مسلوب الاختیار ہونا ہے اسی طرح یہ سالک نمازی بھی انوار و تجلیات کے ورود کی وجہ سے معذور ہے اس کی حرکات و چیخ وپکار کی علتہ بھی غیراختیاری ہونا ہے لہٰذا اس سالک نمازی کا نماز میں وجد میں آنا وجد کی کیفیات کے ورود کے بعد ہلنا' حرکت کرنا' چیخنا چلانا ہا' ہو وغیرہ کرنا اور تالی جیسی صورت میں ہاتھ پر ہاتھ مارنا یہ سب حرکات مسلوب الاختیار ہونے کی وجہ سے ہیں لہٰذا نماز نہ باطل ہوتی ہے نہ فاسد اور نہ مکروہ ہوتی ہے بلکہ اصل نماز یہی ہے جس میں روح نماز حاصل ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ سیدی یوسف العجمی کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے امام المسلوب الاختیار فھو مع ما یرد علیہ من الاسرار فقد یجری علی لسانہ اللہ' اللہ' اللہ' اوھو' ھو' ھو' ھو' اولا' لا' لا' لا' او آہ' آہ' آہ اوعا عا' عالا' آہ' آ' آ اوھا' ھا' ھارو صوت بغیر صرف رو تخبیط و ادبہ عند ذالک التسلیم اللوارد فاذا انقضی الوارد ساد بہ السکون من عیر تقول (انوار قدسیہ ج ا' ص ۳۹)

(ترجمہ) یعنی جو مسلوب الاختیار ہے جب اس پر اسرار کا ورود ہوتا ہے تو اس کی زبان پر مذکورہ بالا الفاظ و کلام جاری ہوتے ہیں یا بغیر حرف کے آواز نکلتی ہے یا وہ مخبوط الحواس ہو پاتا ہے تو ایسی صورت میں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ واردات کو تسلیم کیا جائے اور جب یہ واردات کی حالت و کیفیت ختم ہو جائے تو پھر ادب کا تقاضی یہ ہے کہ سکون کو اپنایا جائے اور نہ بولا جائے یہ عبارت بھی ہمارے سلسلہ سالک بھائیوں کی کیفیات و واردات کی تصدیق کرتی ہے اور جواز بھی فراہم کرتی ہے۔

سوال۔ یہ ذکر کا طریقہ جو سیفی بھائیوں نے اپنا رکھا ہے اس کا وجود نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا' اور نہ صحابہ کرام کے زمانے میں تھا' پھر کیا صحابہ کرام کے لطائف اس طرح کیوں نہیں حرکت کرتے تھے جس طرح ان سیفیوں کے حرکت کرتے ہیں۔ یہ سب جھوٹ ہے بناوٹ ہے وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ منہ)

جواب - قارئین کرام وجود کی دو قسمیں' ایک وجود خارجی ہوتا ہے اور ایک شرعی وجود ہوتا ہے۔ اگر سائل و منکر کی مراد وجود خارجی ہے تو پھر بہت سی چیزیں اور بھی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور صحابہ کرام کے زمانے میں وجود خارجی کے ساتھ موجود نہ تھیں مگر خود سائل و منکر بھی ان کو آج جائز و درست مانتا ہے۔ مثلاً اسی طرح امام ابو حنیفہ شافعی امام مالک کی تقلید شخصی بھی وجود خارجی کے ساتھ عہد رسالت صحابہ میں موجود نہیں ہے کیا یہ ممی منع و صراح ہے۔ اگر اعتراض غیر مقلد کرتا ہے تو وہ بتائے کہ اہلحدیث کہلانا جماعتی طور پر سیرت کانفرنس اہلحدیث کانفرنس عہد صحابہ میں دور رسالت میں ٭ عیئت کذائی تھی۔ امام احمد بن حنبل علیہم الرحمتہ کی تقلید شخصی اپنے وجود خارجی کے ساتھ نہ عہد رسالت میں ہے نہ عہدہ صحابہ میں ملتی ہے مگر باوجود اس کے سائل و منکر اس کو وہ درست ہی نہیں واجب قرار دیتا ہے۔ اسی طرح موجودہ دور کی محفل میلاد' مجلس میلاد' جلوس میلاد اور سلام مع القیام بعد الجمعہ' یا بعد المجلس اور ازان کے بعد صلاۃ و سلام یا نماز کے بعد صلوۃ و سلام یا عرس مشائخ کرام ٭ عیئت کذائی بھی وجود خارجی کے ساتھ عہد رسالت و عہد صحابہ میں موجود نہیں ہے۔ مگر بایں ہمہ اس کا جواز یا استحباب اہلسنت کے ہاں مسلم ہے۔ **فما هو جوابكم فهو جوابنا**

اور اگر سائل و منکر کی مراد وجود شرعی ہے تو پھر ذکر پاک پر دلالت کرنے والی آیات و احادیث کا اطلاق و عموم اس صورت ذکر کے جواز و استحباب کو بھی شامل ہے۔ جو اس صورت ذکر کو منع قرار دیتا ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ دلیل منع پیش کرے دلیل ایسی ہو جو آیات قرآنیہ کے اطلاق کو مقید اور عموم کی تخصیص کر سکتی ہو اور ایسی دلیل پیش کرنا ان منکرین کے بس کی بات نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت ایسی دلیل منکر پیش نہیں کر سکتے۔ کوشش کر کے دیکھ لیں۔

رہا یہ کہنا کہ کیا کسی حدیث سے صحابہ کرام کے لطائف کا اسی طرح حرکت کرنا اور

اس طرح نماز میں وجد کرنا اور چیخنا و پکارنا ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام کو اپنے اوپر اور اپنے لطائف پر کنٹرول حاصل تھا۔ آج بھی جس کا اپنے اوپر کنٹرول ہے اس کے لطائف عام سالکین کی طرح متحرک نہیں ہیں پھر سلوک کے لئے لطائف کا متحرک ہونا کب واجب ولازم ہے ہو سکتا ہے کہ سالک تو ہو مگر لطائف باوجود ذاکر ہونے کے حرکت نہ کرتے ہوں۔

سوال۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین سے بھی ذکر کے وقت وجد و جذب کی کیفیت طریان و جریان اور لطائف کی حرکت و اضطراب ثابت ہے اور کیا بوقت ذکر جو ہاتھ سے کسی سالک کے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا ہاتھ سینے پر مارتے ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی صحابی وغیرہ سے ثابت ہے۔

جواب۔ ہاں بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ و بعض تابعین سے وجد و جذب کی اضطرابی کیفیت ثابت ہے ملاحظہ حدیث

(ا) عن انس بن مالک انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل جبریل علیہ السلام فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فقراء امتک یدخلون الجنتہ قبل الاغنیا و نصف یوم و ھو خمس مائتہ علم ففرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال افیکم من ینشرنا فقال بدوی انا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھایت فانشد البدوی شعر قد لسعت حیتہ الھوی کبری خلا طبیب لھا و لا راق الا الحبیب الذی شغفت بہ عندہ الرقیتی و تریاقی فتواجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تواجد الاصحاب معہ حتی سقط رداء ہ عن منکبیہ فلما فرغوا اوی کل واحد منھم الی مکانہ قال معاویتہ بن سفیان ما احسن لعبکم یا رسول اللہ فقال مہ یا معاویتہ لیس بکریم من لم یھتز عند ذکر الحبیب ثم قسم رداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین من حاضرھم باربع مائتہ قطعات (بحوالہ حجتہ السالکین ص ۱۴۸، رہمائے سالکین ص ۱۳۹، مطبوعہ حاجی عبدالغفور)

رسالہ چہل حدیث مولفہ امام عمر بن سعید علیہ الرحمتہ حدیث نمبر ۲۴ کے حوالے سے مولوی عبدالشکور صاحب حنفی قادری نقشبندی علیہ الرحمتہ نے لکھا ہے ترجمہ ہے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کی امت کے غربا امراء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو (خوشی کے اس موقع پر) ہم کو شعر سنائے اس پر ایک دیہاتی نے عرض کی یا رسول اللہ میں سناؤں گا۔ آپ نے فرمایا سناؤ بدوی نے یہ شعر سنائے۔ میرے جگر کو (محبوب) کی خواہش کے سانپ نے ڈس لیا ہے جس کے لئے نہ تو کوئی طبیب ہے نہ جھاڑ پھونک کرنے والا ہے مگر وہ حبیب ہی (اس کا علاج کر سکتا ہے) جس کی محبت سے فریفتہ ہوں اسی کے پاس میرے لئے تعویذ بھی ہے اور تریاق بھی۔ یہ اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر وجد طاری ہو گیا ہر ایک اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور حضور کے کندھے مبارک سے چادر بھی گر گئی پھر جب وجد و جذب کی کیفیت ختم ہوئی تو ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر چلا گیا تو حضرت امیر معاویہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کتنا ہی اچھا کھیل ہے آپ لوگوں کا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ ایسا مت کہو، کھیل نہیں (یعنی اس خاص کیفیت کو کھیل نہ کہو) یہ محبوب کی یاد سے جنبش و حرکت تھی اور جو شخص اپنے محبوب کا ذکر سن کر حرکت و جنبش میں نہ آئے وہ کریم و بزرگ نہیں ہے پھر آپ کی چادر کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کئے گئے (تبرکا")

اس روایت سے نعت خوانی، شعر و اشعار، سننے اور سنانے اور وجد و جذب کی کیفیت کے طاری ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ حضور پر اور صحابہ کرام پر وجد طاری ہوا، سب اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر اپنی اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ آپ کے کندھے مبارک سے چادر بھی گر گئی۔ امیر معاویہ نے اس کو کھیل سے تشبیہ دی تو حصور نے اس کو ناپسند فرمایا کہ

اس کو کھیل مت کہو۔ اور فرمایا کہ جو شخص محبوب ذکر سن کر وجد و جذب میں آکر جنبش و حرکت نہیں کرتا وہ بزرگ نہیں ہو سکتا یعنی کبھی بھی اس کو وجد و جذب کی کیفیت لاحق نہیں ہوتی اور کسی قسم کی حرکت نہیں کرتا۔

(۲) صحابہ کا وجد و جذب کی کیفیت میں مبتلا ہونا اور تابعین کا ایسی کیفیت میں مبتلا ہونا بے ہوش ہو جانا بے اختیار اضطراری کیفیت میں مبتلا ہونا بھی درج ذیل کتابوں کے درج ذیل صفحات سے ثابت ہے۔ احیاء العلوم ج ۲، ص ۲۹۷

(۳) بلکہ بعض کا وفات پانا بھی ثابت ہے جامع ترمذی میں قاضی بصرہ حضرت زرارہ بن روض تابعی کا فوت ہونا مروی ہے اور تحفتہ الاحوذی ج ۲، ص ۵۲۴ میں مزید حضرات کے وفات پانے کے واقعات بھی موجود ہیں الحد۔ یقتہ الندی ص ۱۰۹

(۴) حضرت میمون مہران سے مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسی پر خوف کی وجہ سے ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تین دن تک غائب رہے۔ پتہ ہی نہ چلا کہ کدھر چلے گئے ہیں۔ حضرت امام اعظم پر ایک آیت سن کر ایسی کیفیت طاری ہوئی جس سے آپ کا جسم حرکت کر رہا تھا کانپ رہا تھا اور یہ حرکت معلوم ہو رہی تھی۔ اگر آیات سن کر یا شعر سن کر ایسی کیفیات لاحق ہو سکتی ہیں تو ذکر پاک سے ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ یعنی اسم ذات کے ذکر سے یا نفی و اثبات کے ذکر سے بھی ذاکر پر انوار و تجلیات کے ورود و ظہور سے وجد و جذب کی کیفیت طاری ہونا امر واقعہ ہے۔

(۵) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور علیہ السلام نے سینے پر ایک ضرب لگائی تو مجھ پر ایسا حال غالب ہوا کہ میرا تمام بدن گرم ہو گیا اور میں پسینے سے شرابور ہو گیا اور میرا یہ حال تھا کہ جیسے میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۴، تکشف ص ۲۶۶)

(۶) حضور علیہ السلام نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے فرمایا کہ اشبہت خلقی و خلقی تو اس خطاب کی لذت سے جعفر بن ابی طالب کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے حضور نے منع

نہیں فرمایا۔

(۷) حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نے فرمایا **انت اخونا و مولنا** تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔ یہ سن کر انہوں نے رقص کیا وجد طاری ہوا۔ حضور نے منع نہیں فرمایا۔ (مشکوۃ ص ۲۹۲، باب بنوا لسعیر باشیہ ۲۰، تفسیر احمدی ص ۲۰۲، بوادر النوادر ص ۴۰۶)

(۸) شیخ عبدالقاہر اسنی اشعری علیہ الرحمتہ کی کتاب دلائل الاعجاز میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قصیدہ ہے۔ جس کے پڑھنے کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اشاروں سے لوگوں کو سننے کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔ اور اس وقت صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور آپ کبھی ایک طرف کے صحابہ کی طرف توجہ کرتے اور کبھی دوسری طرف کے صحابہ کی طرف توجہ کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم قصیدہ خوانی کے دوران صحابہ کرام پر توجہ فرماتے تھے کبھی ادھر کبھی ادھر اور صحابہ حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے۔ اس سے موجودہ طریقہ ذکر میں اشاروں اور توجہات اور سینوں پر ہاتھ مارنا بھی ثابت ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کے سینوں میں فیض کی وجہ سے حال و وجد کا طاری ہونا اور سینوں پر ضرب لگانا بھی ثابت ہوتا ہے۔ الغرض ان روایات سے سیفیوں کے طریقہ ذکر کی ہر بات ثابت ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس پر اعتراض جہالت ہے۔

(۹) جب سید حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاجزادی صاحبہ کی تربیت کے متعلق حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت زید بن حارث کا باہمی اختلاف ہوا کیونکہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ میں پرورش کروں تو اس موقع پر رسول اکرمؐ نے فرمایا حضرت علی سے کہ **انت منی و انا منک** اے علی تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔ یہ سن کر فرط مسرت و خوشی سے حضرت علی نے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر رقص کیا یعنی ناچنا شروع کر دیا۔ یعنی مولیٰ علی پر وجد و جذب کی کیفیت طاری ہوئی اور وہ ایک پاؤں پر رقص کرنے لگے یہ وہ رقص نہیں جو کنجر اور طوائف کرتی ہیں بلکہ اس سے مراد وجد و جذب کی کیفیت ہے۔

جو صوفیاء کرام میں پایا جاتا ہے۔

(حوالہ کے لئے فتاویٰ خیریہ ص ۲۸۳ اور احیاء علوم الدین ج ۳، ص ۱۸۳ ملاحظہ کریں)

(۱۰) اور مزید ثبوت کے لئے الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۹۳، ص ۲۹۴ ملاحظہ کریں اختصار کے پیش نظر عبارت نقل نہیں کی۔

(۱۱) الحدیقتہ الندیہ میں اور الحاوی للفتاوی میں بھی جواز وجد و تواجد و رقص صوفیاء کی تصریحات موجود ہیں۔

(۱۲) مقامات مظہری ص ۲۰۶ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ نماز فجر کے بعد ذکر و مراقبہ سے پہلے آپ نے (سید نور محمد بدایونی قدس سرہ) یہ فرماتے ہوئے مولوی کرامت علی پر توجہ فرمائی کہ تجلی بہاؤالدین میں تجھے بغیر محنت دوں گا بقول مولوی صاحب مذکور میں بے اختیار ہو گیا گویا مرا دل سینے سے باہر نکل گیا ہے مدت کے بعد ہوش میں آیا تو آپ حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے اور میں دھوپ میں بیٹھا تھا۔

(۱۳) حضرت شاہ عبدالقدوس گنگو علیہ الرحمتہ پر چکی کی آواز سے بھی وجد طاری ہو جاتا تھا ایک دفعہ شاہ صاحب کے متعلق مولانا جلال الدین علیہ الرحمتہ نے ایک فقیر صاحب جو حضرت شاہ صاحب کے مرید تھے سے کہا کہ تمہارے ناچنے والے پیر صاحب بھی تو آئے (مقصد وجد پر تنقید تھی) یہ جملہ ایک بار فقیر صاحب نے شاہ صاحب کو بتادیا تو شاہ نے فرمایا اگر آئندہ مولوی صاحب یہ جملہ کہیں تو تم کہہ دینا کہ وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں پھر جب ملاقات ہوئی تو مولوی صاحب نے یہ جملہ دھرالیا تو فقیر صاحب نے اپنے مرشد کا جملہ دھرایا کہ وہ نچاتے بھی ہیں تو مولوی صاحب یہ سن کر کھڑے ہو کر ناچنے لگے حالت وجد کا غلبہ ہو گیا حالت بدل گئی پھر یہی مولانا صاحب شاہ صاحب کے مرید اور خلیفہ بنے۔ (رسالہ الظاہر ص ۲۲)

دار العلوم دیوبند میں وجد

(۱۴) دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی تھانوی کی اشرف السوانح ص ۶۴ کے حوالے

سے اٹھائے سالکین نے لکھا ہے کہ ان کے وعظ کے دوران اکثر سامعین پر گریہ اور بعض پر وجد اس حد تک طاری ہوتا کہ لوٹنے تڑپنے لگ جاتے تھے چنانچہ مدرسہ دیوبند کے بڑے جلسہ میں دستار بندی کے موقع پر مولانا کے وعظ میں ایک صاحب پر ایسا وجد ہوا کہ جلسہ درہم برہم ہو گیا وعظ پورا نہ کر سکے۔

(۱۵) امام غزالی قدس سرہ نے احیاء العلوم ج ۲، ص ۲۹۶، میں لکھا ہے کہ اگر وجد و تواجد سے مقصد ریا کاری اور اپنے اچھے اوصاف کا اظہار ہو جن سے یہ فی الواقعہ کالی ہے تو یہ قابل مذمت ہے اور اسی تواجد کی ایک قسم محمود اور اچھی بھی ہے یعنی جس سے مقصد ہی یہ ہو کہ ایسا کرنے سے مجھے عمدہ اور اچھے احوال حاصل ہوں اور میں کسی حیلہ سے ان اوصاف سے موصوف ہو سکوں تو یہ جائز ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کا انداز اپناؤ اور غمگین ہو جاؤ۔

(۱۶) امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب انوار قدسیہ ج ۱، ص ۳۹، میں فرماتے ہیں کہ سیدنا علامہ یوسف عجمی نے فرمایا ہے کہ مشائخ نے سالک کے لئے جو آداب ذکر کئے ہیں تو وہ مختار اور غیر مجذوب سالک کے لئے ہیں اور جو مسلوب الاختیار سالک ہے اس کو اپنے حال پر رہنے دو کیونکہ بے اختیار ہو کر اس کی زبان سے کبھی اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، جاری ہوتا ہے اور کبھی بے اختیار ھو، ھو، ھو، ھو جاری ہوتا ہے اور کبھی لا، لا، لا، اور کبھی آہ، آہ، آہ، اور کبھی عا، عا، عا، اور کبھی آ، آ، آ اور کبھی ہا، ہا، ہا، الخ اور اس کے لئے ادب صرف یہ ہے کہ وارد ہونے والی کیفیت کو تسلیم کیا جائے۔ انوار قدسیہ کی جلد اول ص ۱۸۲ سے ص ۱۸۹ تک امام شعرانی نے وجد کے ثبوت میں دلائل ذکر کئے ہیں۔

ان سولہ عدد حوالہ جات سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ سیفیوں کا طریقہ ذکر و وجد و جذب اضطرابی کیفیات حرکت کرنا کرانا جگہ سے ہٹ جانا وغیرہ پر شرعی دلائل موجود ہیں اور ایسی کیفیات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین و دیگر بزرگان دین سے بھی ثابت ہیں لہٰذا ان پر اعتراض کرنا پرلے درجہ کی جہالت ہے اور بے بصری و بے

بصیرتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری ج ۸، ص ۲۰۷ تا ۲۰۹ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کو ایسا وجد اور ایسی کیفیات عموماً اس لئے نہ ہوتی تھیں کیونکہ انہوں نے اپنے اوپر کنٹرول کر رکھا تھا ملاحظہ ہو مظہری کی عبارت

قلت وجہہ طریان ھذہ ء کثرۃ نزول البرکات والتجلیات مع ضق حوصلتہ الصوفی و قلتہ استعدادہ و انما لم توجد ھذہ الحالتہ فی الصحابتہ رضی اللہ عنہ مع وفور برکاتہم لاجل سعتہ حواصلھم و قوۃ استعداتہم ببرکتہ صحبتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اما غیر الصحابتہ من الصوفیتہ فعدم طریان تلک الحالتہ علیھم اما لقلتہ نزول البرکات و اما السیعتہ الحوصلتہ الخ

میں کہتا ہوں کہ اس حالت کے طاری ہونے کی وجہ نزول برکات کی کثرت ہے اور نزول تجلیات کی کثرت ہے باوجود صوفی سالک کے حوصلہ کی تنگی کے اور اس کی استعداد کے کمزور ہونے کے اور یہ حالت (وجد) صحابہ کرام میں باوجود وفور برکات کے نہیں پائی گئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حوصلے بہت وسیع تھے اور ان کی قوت استعداد زیادہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت اور غیر صحابہ صوفیاء میں سے اکثر پر جو یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو نزول برکات کی قلت ہوتی ہے یا پھر ان کے حوصلے وسیع ہوتے ہیں۔ (مظہری ج ۸، ص ۲۰۷، ۲۰۹، سورہ زمر، پ ۲۳)

سوال – اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے موجودہ بزرگ و مشائخ اپنے مریدین کو ایک عرصہ کے لئے تلاوت قرآن نوافل وغیرہ اور دیگر تمام وظائف سے منع کر دیتے اور بہت سے کار خیر سے محروم رکھتے ہیں اس کا کیا جواز ہے۔

جواب – جواباً گزارش ہے یہ ممانعت شرعی نہیں بلکہ شفیقی ہے جیسے ڈاکٹر یا طبیب و حکیم مریض کو پرہیز بتاتے وقت بعض حلال چیزوں کے کھانے سے بھی منع کرتا ہے یہ منع کرنا شفقت پر مبنی ہوتا ہے۔ حرمت پر نہیں جیسے آدم و حوا علیہا السلام کو

فلاتقربا ھذہ الشجرۃ فرما کر مخصوص درخت کے استعمال سے منع کیا گیا تھا یہ نہی و ممانعت تحریمی نہ تھی شفیقی تھی۔ اسی طرح مرشد کامل و مکمل کا اپنے مریدین کو بعض وظائف سے اور تلاوت یا مطالعہ کتب سے و نوافل سے روکنا بھی شفیقی ہے۔ چنانچہ مجھے یاد آیا کہ ملا علی قاری علیہ الرحمتہ الباری فرماتے ہیں کہ سید علی بن میمون المغربی نے جب اپنے وقت کے شیخ الاسلام اور مفتی و مدرس علوان الحموی کی ذات میں تصرف فرمایا تو ان کو فتوئی نویسی اور تدریس اور تلاوت قرآن سے منع کر دیا۔ اور ذکر میں مشغول کر دیا تو جہلاء نے یوں طعنہ زنی کی کہ اس پیر نے شیخ السلام کو گمراہ کر دیا ہے اور لوگوں کی تدریس کے ذریعہ نفع پہنچانے سے بھی منع کر دیا ہے اور یہ کہ یہ زندیق (بے دین) ہو گیا ہے۔ تلاوت قرآن سے منع کرتا ہے مگر باوجود لوگوں کی ان خرافات و بکواسات کے مرید صادق علوان حموی اپنے مرشد کے اسباق پر اور تعلیمات و ہدایات پر ڈٹے رہے۔ کسی کی کوئی بات نہ سنی۔ جب مرشد کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے سے دل کا شیشہ صاف ہو گیا اور مشاہدہ تجلیات ربانی حاصل ہو گیا تو قرآن کی تلاوت کی مرشد نے اجازت دے دی۔ اب جب مرشد کامل و مکمل کی اجازت کے بعد قرآن کی تلاوت شروع کی تو خداوند قدوس نے فتوحات ازلیہ و ابدیہ کا دروازہ کھول دیا اور عوارف و معارف ظاہریہ اور باطنیہ کے خزانے ظاہر ہوئے تو مرشد نے فرمایا کہ میں نے تمہیں اسی لئے قبل ازیں تلاوت سے منع کیا تھا تاکہ ذکر کی برکت سے غفلت کے پردے اٹھ جائیں اور پھر قرآنی علوم و معارف تجھے حاصل ہو جائیں۔ (ملاحظہ ہو مرقات شرح مشکوۃ ج ۵، ص ۶۳)

ثابت ہوتا ہے کہ مشائخ کرام کا معمول تھا کہ وہ اپنے مریدین کو کمال تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بعض ایسی پابندیاں لگاتے تھے جو بظاہر خلاف شرع نظر آتی تھیں اور عوام میں انکار و پریشانی کا سبب بنتی تھیں بلکہ گمراہ اور زندیق تک گالیوں کا ذریعہ بن جاتی تھیں مگر جہلاء کی ان باتوں سے نہ مشائخ اپنا طریقہ چھوڑتے تھے اور نہ مریدین صادقین مشائخ کا دامن چھوڑتے تھے۔ اسی طرح ہمارے سالک بھائیوں کو بھی چاہئے کہ

لوگوں کی باتیں اعتراضات وغیرہ بکواسات نہایت صبرو تحمل سے سن لیا کریں اور کسی سے نہ الجھیں جہاں پھول ہوتے ہیں وہی کانٹے بھی ہوتے ہیں۔

مسئلہ اعتجار کی بحث

ما اتاکم الرسول فخذوہ و مانھاکم عنہ فانتھوا (پ)

جو کچھ پیغمبر علیہ السلام تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے وہ تم کو روکیں تم رک جاؤ۔ یعنی پیغمبر علیہ السلام جس کے کرنے کا حکم فرمائیں اس پر عمل کرو اور جس فعل یا عمل یا چیز سے منع کریں اس کو چھوڑ دو۔

ما اتاکم الرسول الایتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ممنوع شرعی ہونے کا معیار شرعی یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اس کے کرنے سے منع فرمایا ہو یعنی جس کی ممانعت کی دلیل شرعی ملتی ہے وہ منع ہے اور جس کی ممانعت کی دلیل شرعی نہیں ملتی وہ جائز ہے۔ تو اعتجار باین معنی کہ سر پر ٹوپی یا کلاہ پہنا ہو اور اس کے اردگرد عمامہ یعنی پگڑی یا لنگی باندھ دی جائے اور ٹوپی یا کلاہ کے اوپر والے حصہ کو خالی اور ننگا چھوڑ دیا جائے عمامہ یا لنگی سے تو اس کی کراہت تحریمہ پر کوئی ایسی دلیل لائی جائی جو قطعی الثبوۃ و ظنی الدلالتہ ہو یا ظنی الثبوۃ و قطعی الدلالتہ ہو۔ یعنی نہ تو آیتہ قرآنیہ مولد ملتی ہے اور ایسی خبر واحد حدیث ملتی ہے جو قطعی الدلالتہ ہو لہٰذا سیفیوں کے عمامہ باندھنے کے مروجہ طریقے کو یعنی اوپر سے ٹوپی یا کلاہ کو خالی و ننگا چھوڑنے کو مکروہ تحریمی قرار دینا غلط ہے اس کراھتہ کے مدعی کا فرض و ذمہ داری ہے کہ وہ مذکورہ بالا پوزیشن کی دلیل ممانعت و کراھتہ پیش کرے۔ اس کے بغیر کراھت و ممانعت کا دعویٰ کرنا شریعت مقدسہ سے کھیل کے مترادف ہے جو بجائے خود حرام و ممنوع شری ہے ایسے مدعیوں کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کرنی چاہئے یہی معیار اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں بھی بیان کیا ہے اور اپنایا ہے۔

مسئلہ اعتجار کی تحقیق۔ آج کل ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ سے منسلک احباب و رفقاء کے عمامہ یعنی پگڑی باندھنے کے طریقہ موجہ پر کچھ لکیر کے فقیر علماء بڑی تنقید اور اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ طریقہ اعتجار کہلاتا ہے۔ اور اعتجار مکروہ تحریمی ہے اور اس طریقہ سے پگڑی باندھ کر نماز مکروہ تحریمی ہے اس لئے اس مسئلہ کی تحقیق کی ضرورت محسوس کی گئی اور بعض احباب نے بھی اصرار کے ساتھ مطالبہ کیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق ضرور کچھ لکھا جائے۔ ہمارے طرایقہ ہمیشہ حد سے زیادہ برداشت کا رہا ہے ہمارے موقف اور عندیہ کے خلاف بارہا بعض اختلافی فروعی مسائل سے متعلق رسائل و جرائد اور اشتہارات میں مضامین لکھے جاتے رہے ہیں مگر ہم نے کبھی بھی قبل ازیں جواب دینے کی کوشش نہیں کی کیونکہ ہمارا ذہن یہ نہیں ہے کہ کسی کی ذاتی تحقیق و رائے کو منظر عام پر آنے سے ہمارے وقار کو نقصان پہنچے گا یا ہماری عزت میں فرق آئے گا۔ جیسے بعض علماء کرام کا یہ ذہن ہے کہ ان کے موقف و نظریہ کے خلاف اگر متانت و سنجیدگی سے بھی کوئی کچھ لکھ دے تو یہ ہرگز برداشت نہیں کرتے بلکہ ناراض ہو جاتے ہیں نہ معلوم دوسروں کو فراخ دلی کا سبق دینے والے اپنے لئے اس سبق کو کیوں زہر قاتل تصور کر لیتے ہیں اور خود اپنے اندر برداشت کا مادہ کیوں نہیں پیدا کرتے۔ فروعی اجتہادی و قیاسی و ظنی مسائل میں ہمیشہ ائمہ کرام کے درمیان کے اختلاف رہا ہے۔ ایک دوسرے کے موقف و نظریہ کے خلاف دلائل دیتے تھے مگر نہایت صبر و تحمل کے ساتھ فریق ثانی کے اختلاف و آراء کو برداشت بھی کرتے تھے۔ مگر آج کل اپنے اوپر تنقید کو برداشت کرنا تو دور کی بات ہے سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔
بہرحال ہم اپنے سابقہ رویہ کے برعکس کچھ لکھنے پر مجبور ہوئیں اور یہ ہمارا حق بھی ہے کسی پر تنقید مقصود نہیں نہ کسی کو ہدف بنانا مقصود ہے صرف تحقیق مسئلہ مقصود ہے۔ باری تعالیٰ حق لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

آغاز بحث۔ اعتجار کی ایک تعریف فقہا کرام نے کتب فقہ حنفی میں جو کی ہے وہ یہ

ہے:

ھو تکویر العمامۃ حول الرائس و ترک وسطھا مکشوفا۔ یعنی سر کے اردگرد پگڑی کو گولائی میں باندھنا اور سر کی کھوپڑی یا چوٹی کو ننگا چھوڑنا۔ یہ تعریف کی گئی ہے اعتجار کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چار چنیر ٹوپی و کلاہ کے بغیر عمامہ باندھنا اور چوٹی کو بالکل ننگا چھوڑنا جیسے بعض دیہاتی لوگ باندھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سر پر ٹوپی یا کلاہ رکھ کر اس کے اوپر نہیں بلکہ سر کے اردگرد پگڑی باندھی جائے اس طرح کے ٹوپی یا کلاہ اوپر سے ننگا ہو تو اس کو اعتجار نہیں کہہ سکتے کیونکہ ابداء الھامہ یعنی چوٹی کا ننگا ہونا نہیں پایا گیا اس صورت میں ٹوپی ننگی ہے چوٹی ننگی نہیں ہے اور تعریف میں چوٹی کا ننگا ہونا ماخوذ ہے۔

دوسری تعریف یہ کی گئی ہے۔ **ھو شد الرائس بالمندیل** یعنی سر کو رومال سے باندھنا یہ تعریف بھی ہمارے طریقہ پر فٹ نہیں آتی۔

تیسری تعریف یہ کی گئی ہے۔ **ان ینتقب بعمامتہ فغطی النف** یعنی اپنے عمامہ کے ساتھ ناک کو ڈھانپ لینا۔

ملاحظہ ہو حاشیہ الطحاوی ص ۱۹۲ ،عم حاشیہ تقریباً یہی کچھ بحرالرائق اور فتاویٰ عالم گیری میں بھی موجود ہے۔ یہ تعریف بھی ہمارے طریقہ پر صادق نہیں آتی۔

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ اعتجار کی تین تعریفیں کی گئی ہیں مگر ہمارے موجودہ طریقہ پر ایک بھی صادق نہیں آتی۔ پھر اس طریقہ کو اعتجار قرار دے کر مکروہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ پہلی تعریف میں ترک وسطھا مکشوفا" کی قید ہے جس میں ھا ضمیر کا مرجع رائس ہے نہ کہ ٹوپی یا کلاہ کیونکہ ٹوپی یا کلہ کا تو کسی عبارت میں ذکر ہی موجود نہیں ہے پھر ھا ضمیر کو اس کی طرف لوٹانا کیونکر درست ہے۔ ترک وسطھا مکشوفا کا مطلب یہ ہے کہ پگڑی سر کی گولائی میں باندھ کر سر کی چوٹی کو بالکل ننگا چھوڑنا نہ یہ کہ ٹوپی یا کلاہ کو ننگا چھوڑنا۔

رہا یہ کہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمتہ نے اس تعریف کی شرح میں ترک و سطہا مکشوفا" اسے مکشوفا" عن العمامتہ مکشوفا" لا اصلا" الخ فرما کر بتایا ہے کہ ننگا ہونے سے مراد ہے کہ عمامتہ سے ننگا ہونا۔ تو اس کو دلیل بنانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں۔ جب ھا ضمیر کا مرجع عامہ چوٹی ہے سر کی تو طحطاوی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سر کی چوٹی ننگی ہو عمامہ سے یہ نہیں کہ چوٹی ننگی نہ ہو اور ٹوپی کا کلاہ اوپر والا حصہ ننگا ہو۔ یہ ہرگز مراد نہیں ہے یہ مراد لینے کی صورت میں یہ عبارت مشاہدہ کے خلاف نہیں ہوتی۔

ہم نے بارہا ایسے دیہاتیوں کو دیکھا ہے جنہوں نے سر کی گولائی میں پگڑی باندھی ہوئی ہے مگر درمیان سے چوٹی بالکل ننگی چھوڑ رکھی ہے۔ فعل لا ـفعل یہ قول طحطاوی اس صورت میں مشاہدہ کے خلاف بھی نہیں ہے پھر یہ کہ امام طحطاوی کا ذاتی قول یا ذاتی رائے کب محبت شرعیہ ہے دلائل شرعیہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مثبت کی حیثیت سے اور اجماع امت اور قیاس ہے یعنی قیاس امام مجتہد ہے بحیثیت مظہر ہونے کے۔ اب امام طحطاوی کا قول یا ذاتی رائے (خصوصا" جبکہ وہ مشاہدہ کے بھی خلاف ہو) نہ تو کتاب اللہ کے ضمن میں آتا ہے اور نہ سنت کے ضمن میں آتا ہے۔ اور اجماع کے ضمن میں آتا ہے کیونکہ خود امام طحطاوی علیہ الرحمتہ طبقات مجتہدین میں سے کسی بھی طبقہ میں شامل نہیں ہیں پھر ان کے ذاتی قول یا رائے کو محبت شرعیہ کا درجہ کیسے دے سکتے ہیں اور فقہا کرام خصوصا" علامہ شامی علیہ الرحمتہ فتاویٰ شامی میں جگہ جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ **و لا یلزم من ترک المتحب ثبوۃ الکراھتہ اذا الکراھتہ حکم شرعی و لا لھلس من دلیل خاص** (ج ۱ ص ۶۵۳) (اوالا بیہقی خاص، ج ۲، ص ۱۷۱، ۱۷۷)

یعنی ترک مستحب سے کراہتہ لازم نہیں آتی کیونکہ کراہتہ حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل خاص کا ہونا ضروری ہے۔ تو دلیل یا قرآن ہے یا حدیث ہے یا اجماع ہے یا قیاس

مجتہد ہے اور قول طحطاوی دلائل اربعہ میں سے ایک بھی نہیں بنا بریں اس سے کراہتہ پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

اسی طرح موجودہ زمانے کے بعض علماء کرام کے اقوال و آراء کو بھی شرعی دلیل کا درجہ حاصل نہیں ہے تو پھران کے محض اقوال سے پگڑی باندھنے کے طریقہ مذکورہ کو مکروہ قرار دینا بلادلیل شرعی ہوگا اور بلادلیل شرعی کوئی دعویٰ قابل قبول اور مسموع نہیں ہے۔

جو شخص اس مروجہ طریقہ ہیئیہ کو مکروہ قرار دیتا ہے اس پر لازم ہے از روئے شرع شریف کے وہ اس کی کراہت تحریمی پر دلیل شرعی پیش کرے جو اس پوزیشن کی ہو کہ اس سے کراہتہ تحریمی ثابت ہوسکتی ہو کیونکہ نقلی دلائل چار قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) قطعی الدلالتہ بھی ہو اور قطعی الثبوت بھی ہو۔ یہ فرضیت و رکنیت کے ثبوت کے لئے ضروری ہے اس سے کم درجہ کی دلیل سے فرضیت یا رکنیت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی جیسے نصوص قرآنیہ مفسرہ یا نصوف قرآنیہ محکمہ اور سنت متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہوتا ہے۔

(۲) قطعی الثبوت و ظنی الدلالتہ جیسے آیات قرآنیہ موولہ ان سے وجوب اور کراہتہ تحریمی ہوگی۔

(۳) ظنی الثبوت اور قطعی الدلالتہ ہو۔ اس سے بھی وجوب اور کراہتہ ثابت ہوسکتی ہے۔ یعنی ایسی احادیث جو اخبار احاد ہوں مگر ان کا مفہوم قطعی ہو۔

(۴) ظنی الثبوت اور ظنی الدلالتہ ہوں جیسے وہ اخبار احاد جن کا مفہوم بھی ظنی ہو۔ ان سے صرف کسی فعل یا عمل کا سنت یا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو شامی شریف ج ۶، ص ۳۳۷

اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ عمامہ شریف کے باندھنے کے موجودہ طریقہ مروجہ کی کراہتہ تحریمی کے ثبوت میں نہ ایسی دلیل ملتی ہے جو قطعی الثبوت اور ظنی الدلالتہ ہو

اور نہ ایسی دلیل ملتی ہے جو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالتہ ہو یعنی نہ آیت قرآنیہ موولہ ملتی ہے اور نہ ایسی خبرواحد حدیث ہی ملتی ہے جو قطعی الدلالتہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امام طحاوی کو از خود "مکشوفا" عن العامتہ کی قید لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اگر کسی دلیل سمعی میں قطعی دلالتہ مکشوف عن العمامتہ ہونے پر ہوتی تو وہ خود یہ قید نہ لگاتے اس لئے اس تفصیلی گفتگو سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ طریقہ مذکورہ کی کراہتہ پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے اور قول امام طحاوی ان چار اقسام دلیل سمعیہ میں سے کسی قسم سے نہیں ہے۔ لہٰذا بلا دلیل شرعی لوگوں کی نمازوں کو مکروہ تحریمی و واجب الاعادہ قرار دینا درست نہیں ہے اور تعصب و عناد کیوجہ سے ایسے شوشے چھوڑتے رہنا علماء دین کے شایان شان بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ علیہ وسلم حبیبہ و آلہ واصحابہ الی یوم الدین۔

دُرِ منیر فی تعدد پیر

حسب ارشاد

مجدد ملت حضرت سیدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن پیرارچی وخراسانی مبارک دامت برکاتہم عالیہ

باہتمام

زبدۃ العلماء حضرت میاں محمد حنفی سیفی مبارک دام برکاتہم عالیہ

تالیف

علامہ محمد عبدالستار احمد سیفی

ناشر

مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ راوی ریان شریف لاہور

حسین ٹاؤن نزد کالا شاہ کاکو مرشد آباد روڈ راوی ریان

جی ٹی روڈ لاہور

فون : 042-290553 291980



۷۸۶
۹۲
ھوالقادر

رسالہ

جواز المنع عن النوافل والوظائف للسالکین فی ذکر اللطائف

یعنی

سالکین کو ذکرِ لطائف کے دوران نوافل و وظائف سے منع کرنے کا جواز

مرتبہ

ابو العطاء پیر سید عبد القادر شاہ ترمذی محمدی سیفی
خطیب جامع مسجد انوارِ مدینہ آستانہ عالیہ راوی ریان شریف

ناشر

مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ راوی ریان شریف
حسین ٹاؤن بالمقابل راوی ریان ملحقہ جی ٹی روڈ، مرید کے
فون: 7980553-7981980